مقالاتِ
شانِ صحابہ کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
صبحِ نور

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درُود
اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم و عترت علیہم السلام پہ لاکھوں سلام

مقالاتِ شانِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

ترتیب و تخریج

مُفتی محمد زمان سعیدی رضوی

صبحِ نور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُرودِ اہلِ بیت علیہم السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا عَلِیٍّ وَّسَیِّدَتِنَا فَاطِمَۃَ
وَسَیِّدَتِنَا زَیْنَبَ وَسَیِّدِنَا حَسَنٍ وَّسَیِّدِنَا حُسَیْنٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

جملہ حقوق محفوظ

کتاب ―――― شانِ صحابہ کرام (مقالات)

ترتیب وتخریج ―――― مفتی محمد زمان سعیدی رضوی

کمپوزنگ ―――― سید شہزاد علی شاہ بخاری

پروف ریڈنگ ―――― قاری طاہر عباس قادری

ناشر ―――― مدینہ فاؤنڈیشن پاکستان

آنسوؤں کو قلب کا جب ترجماں کرتا ہوں
تب صحابہ رضی اللہ عنہم کے تخصص کو بیاں کرتا ہوں

نتیجۂ فکر!

اِدراک سے وریٰ ہے مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم ۔ تصورِ محبوب ہے ذکر نامِ صحابہ رضی اللہ عنہم
یاربّ عطا کردے صدقہ آلِ نبی علیہم السلام ۔ آنکھوں میں بسا رہے احترامِ صحابہ رضی اللہ عنہم

فہرست

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرود اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم وعترت علیہم السلام پہ لاکھوں سلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

یَا رَبِّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِیْ لِجَلَالِ وَجْھِکَ وَعَظِیْمِ سُلْطَانِکَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَحَبِیْبِکَ وَنَبِیِّکَ
وَآلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

قرآن حکیم کے بعد ہمارے لیے ہدایت ورہنمائی کا سرچشمہ امام الانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہے اِس اُسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جمال جہاں آراء سے اپنی آنکھیں روشن کیں۔ سیدالانبیاءوالمرسلین کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات مطہرات رضی اللہ عنہن کی مقدس جماعت کا ہر فرد آسمان ہدایت کا روشن ستارہ تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! مدینہ فاؤنڈیشن پاکستان کی طرف سے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے تاریخی کردار، روشن حیات کے کارہائے نمایاں اور اُن کے فضائل ومناقب پر مشتمل مقالات کو ترتیب دیا گیا جس میں 92 نیوز چینل کے شہرہ آفاق پروگرام ''صبح نور'' میں تشریف لانے والے جید علمائے کرام، اسکالرز، ڈاکٹرز اور ملک پاکستان کے عظیم دانشور حضرات کی گفتگو کو عام فہم انداز میں تخریج وتحقیق کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے سے ہمارے اِس نذرانۂ عقیدت کو اپنی بارگاہِ اقدس میں اور اِن نفوس قدسیہ کی بارگاہِ ناز میں شرف عزت نصیب فرمائے۔

اللہ جل جلالہ کتاب کے محرک ومطابع ''مدینہ فاؤنڈیشن'' کے تمام اراکین کو جزائے خیر سے نوازے اور مقاصدِ حسنہ میں کامیابی سے سرفراز فرمائے۔

گر قبول اُفتد زہے عز وشرف

اِنتساب

اِمام الانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے

خلیفۃ الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام، افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کی

وَالہانہ

محبتوں کے نام

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

''مدینہ فاؤنڈیشن پاکستان''

پروگرام صبح نور

مورخہ: 21-03-2017

موضوع: خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری صاحب

علامہ رضاء الدین صدیقی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اِعزازات وکمالات کا کوئی اِحاطہ نہیں کرسکتا، جس باکمال ہستی کو یہ اِعزاز حاصل ہو کہ جنت کے آٹھوں دروازوں سے صدا دی جائے گی اور جس دروازے سے چاہیں داخل ہوسکتے ہیں، جبل اُحد ہو یا غارِ ثور جیسے مقدس مقامات یا پھر حرم اَقدس کی بابرکت گلیاں، کوچے، پاک ذرّات بھی باکمال محبتوں اور لازوال وَفا کے عینی شاہد ہیں۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات کے محسن اعظم ہیں، کائنات کے جمادات، نباتات، حیوانات جملہ خَلق بالخصوص اِس اُمت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِتنے احسانات ہیں کہ اگر اُن کے بدلے میں ساری عمر بھی شکرانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذَات والاصفات پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں گزار دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک رات کی دعائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک چشمان کا ایک مقدس قطرہ جو اُمت کے غم میں جاری ہوا اُس کا مقابل نہیں ہوسکتا اِتنی عظمتوں کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِرشاد فرمایا: "مَالِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ" کسی کا ہمارے اوپر کوئی احسان نہیں جس کا ہم نے بدلہ چکا نہ دیا ہو، "مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا" سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیشک اُن کے ہم پر اتنے احسانات ہیں کہ اُن کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے روز دے گا۔ ﴿"سنن الترمذی": الرقم 3661 مطبوعہ مصر﴾

ارشادِ مبارک ہے: "اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ يُحَاسِبُوْنَ إِلَّا أَبُوْبَكْرٍ" روزِ قیامت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سواء سب لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔ ﴿"تاریخ مدینۃ دمشق": 30/152 مطبوعہ بیروت﴾

آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کو اپنے تو اپنے غیر مسلم بھی تسلیم کرتے تھے۔

ہندوستان میں جب سادگی کی تحریک چلی تھی تو گاندھی نے عوامی اجتماع میں کہا تھا:

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرود اُن کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

"میں راما اور کرشنا کا نام تمہارے سامنے نہیں ذکر کر رہا شاید وہ تاریخی شخصیات ہی نہیں تھیں بلکہ وہ ایک خیالی وتصوراتی شخصیات تھیں، میں مجبور ہوں کہ تمہارے سامنے نام لے رہا ابو بکر (رضی اللہ عنہ) وعمر (رضی اللہ عنہ) کا کیونکہ وہ بہت بڑی سلطنت کے سلطان تھے لیکن پھر بھی اُنہوں نے اپنی زندگی سادگی میں گزاری تھی۔"

سید فاروق القادری صاحب! آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے اہم پہلو بیان فرمائیں۔

سید محمد فاروق القادری صاحب:

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو اشعار میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی کے پہلوؤں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

آں اَمَن النّاس بر مولائے مَا
آں کلیمِ اوّلِ سینائے مَا
ہمتِ اُو کِشت ملت را چو ابر
ثانیٔ اِسلام و غار و بدر و قبر

وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سب سے زیادہ اِحسان کرنے والے اور ہمارے طورِ سینا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلے کلیم اور ہمراز ہیں۔ اُن کی ہمت وعزیمت کشتِ ملّت (یعنی امت) کے لیے ابرِ رحمت کی طرح ہے، وہ اسلام، غارِ ثور، غزوۂ بدر اور روضۂ انور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ثانی ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی "المفردات" میں ایک حسین نکتہ بیان کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صفت صدیق کو صاد کی زیر اور دال مشدد کے ساتھ پڑھیں تو اِس کا معنی ہوتا ہے، بہت سچ بولنے والا، تصدیق کرنے والا تو یہ شان آپ کو حاصل ہے بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں

میں نے جس کسی کو اِسلام کی دعوت دی اُس نے کچھ نہ کچھ تردد، ہچکچاہٹ اور تامل کا اظہار ضرور کیا: "اِلَّا مَا کَانَ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ مَا عَكَمَ عَنْهُ حِيْنَ ذَكَرْتَهُ لَهُ وَمَا تَرَدَّدَ فِيْهِ" سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہ اُنہوں نے بغیر کسی تردد و تامل کے فوراً میری دعوت قبول کر لی۔ ("السیرۃ النبویۃ لابن ہشام": 1/225 مطبوعہ مصر)

اور اگر لفظ صدیق کو صاد کی زبر اور بغیر مشدد دال سے پڑھا جائے تو یہ لفظ اَلصَّدَاقَةُ سے مشتق ہوگا تو اس کا معنی ہوگا: "صَدَقَ الْاِعْتِقَادُ فِي الْمَوَدَّةِ" یعنی سچی دوستی کرنے والا۔ تو حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ دراصل صِدِّیْق (تصدیق کرنے والے) بھی اور صَدِیْق (سچے دوست) بھی ہیں۔ ("المفردات فی غریب القرآن": 1/480 مطبوعہ دار القلم بیروت)

علامہ رضاء الدین صدیقی صاحب:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلیم الفطرتی عطا فرمائی تھی، انسان کے سن شعور کا جب آغاز ہوتا ہے تو وہ تلاش کرتا ہے کہ اپنے ذوق کے مطابق کسی شخص کو دوستی کے لئے منتخب کرے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سن شعور میں قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقۂ رفاقت میں آ گئے اور پھر ہمیشہ سچے رفیق بن کر رہے۔ کتب سیر و تواریخ میں مشہور واقعہ موجود ہے:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی تعداد 38 ہو گئی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، مسجد حرام تشریف لے چلیں وہاں نماز پڑھیں اور اسلام کی اِعلانیہ تبلیغ کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو بکر! (رضی اللہ عنہ) ہم لوگ ابھی تعداد میں بہت تھوڑے ہیں'' مگر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اصرار کرتے رہے، بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجدِ حرام میں تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرُود اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

کھڑے ہوکر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ نے لوگوں کو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ قبول کرنے کی دعوت دی، اُسی وقت مشرکین حملہ آور ہو گئے، جو کچھ اُن کے ہاتھ میں آیا اٹھاتے اور مار دیتے، عقبہ ابن ربیعہ نے اپنے جوتوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مبارک چہرے پر اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا اُسی وقت آپ کے قبیلے بنو تیم کے لوگ آ گئے اُن کو دیکھتے ہی مشرکین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا، آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی لوگوں نے ایک کپڑے پہ لٹایا اور بیہوشی کی حالت میں اُٹھا کر گھر لے گئے، سب لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زندہ نہیں بچیں گے۔ آخر شام تک جا کر آپ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو سب سے پہلے فرمایا: "مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال کیسا ہے؟

آپ بار بار یہ سوال کرتے تھے۔ آپ کی والدہ بھی آپ کے پاس بیٹھی تھیں انہوں نے دودھ دیا تاکہ جسم کو کچھ سکون میسر ہو لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "فَإِنَّ لِلّٰہِ عَلَیَّ أَنْ لَا أَذُوْقَ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبَ شَرَابًا أَوْ أَتَیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" خدا کی قسم! جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ مل لوں اُس وقت تک نہ کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا۔ کچھ طبیعت میں افاقہ ہوا تو آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہے کہ ہم ابوبکر کو اِس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر چلے کہ وہ میرے کندھوں کے سہارے سے چل رہے تھے، جیسے ہی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اِس حال میں دیکھا تو "فَأَکَبَّ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَبَّلَہٗ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گلے لگا کر اُن کو بوسہ دیا۔ اسی طرح سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کا بوسہ لیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، مجھے کچھ نہیں ہوا سوائے اس کے کہ میرے منہ پر چوٹیں آئی ہیں۔"

﴿"البدایۃ والنہایۃ":3/30 مطبوعہ بیروت﴾

اسی طرح جب ہجرت حبشہ ہوئی تو پھر مکہ میں مسلمانوں کو ستایا جانے لگا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر کے نکلے۔ جب آپ مقام برک الغماد پر پہنچے تو آپ کی ملاقات ابن الدغنہ سے ہوئی جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ اُس نے پوچھا ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے اب میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ ملک ملک کی سیاحت کروں (اور آزادی کے ساتھ) اپنے رب کی عبادت کروں۔" ابن الدغنہ نے کہا: "إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ"

ابوبکر! (رضی اللہ عنہ) بیشک تم جیسے انسان کو اپنے وطن سے نہ خود نکلنا چاہیے اور نہ اُسے نکالا جانا چاہیے۔ تم محتاجوں کی مدد کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو اور حق پر قائم رہنے کی وجہ سے کسی پر آنے والی مصیبتوں میں اس کی مدد کرتے ہو۔

﴿"صحیح البخاري": الرقم 3905 مطبوعہ مصر﴾

یہ وہی اوصاف ہیں جو اُم المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پہلی وحی کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طاری کیفیت میں تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمائے تھے گویا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عکس جمال مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

نذیر احمد غازی صاحب:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کریم النفس، حلیم الطبع، کشادہ دست، تمام خصائل

حمیدہ کے مالک۔آپ کی شخصیت کے کتنے عظیم پہلو تھے۔

سید محمد فاروق القادری صاحب:

ایک مرتبہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"خِصَالُ الْخَيْرِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ خَصْلَةً إِذَا أَرَادَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِعَبْدٍ خَيْرًا جَعَلَ فِيهِ خَصْلَةً مِنْهَا يُدْخِلُهُ بِهَا الْجَنَّةَ ""تین سوساٹھ اوصاف ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے ایک وصف بھی حاصل کرلے تو وہ جنت میں چلا جائے گا"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:"یارسول اللہ ﷺ! اِن اَوصاف میں سے کوئی وصف مجھ میں بھی ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا:"تم میں وہ سارے اَوصاف موجود ہیں"

﴿"مکارم الاخلاق":الرقم 29 مطبوعہ القاہرۃ﴾

تاریخ ابن عساکر میں اس فرمان پاک کے آخری الفاظ ہیں:"هَنِيئًا لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ "اے ابوبکر! تجھے مبارک ہو۔ ﴿"تاریخ دمشق":30/104 مطبوعہ بیروت﴾

جب آپ رسول اللہ ﷺ کو لے کر غار کے اندر پہنچے۔رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے۔یاد رہے جہاں محبت ہوتی ہے، وہاں اندیشے بھی بے شمار ہوتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فکر تھی کہ کہیں کفار پیچھا کرتے کرتے غار تک نہ پہنچ جائیں اور مبادا حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:"اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! فکر نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" ابھی یہ بات حضور نبی کریم ﷺ کے ہونٹوں پر ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا ""دو میں سے دوسرے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب انھوں نے

اپنے صحابی سے کہا: غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے" ﴿سورۃ التوبۃ:40﴾

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کو "ثانی اثنین" فرمایا۔اس کا مطلب ہے "جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں ثانی ہیں"۔ چنانچہ ایمان میں، تبلیغ میں، نصرت فی الدین میں، ہجرت میں، امامت میں، امارت میں، روضہ میں، حشر میں، جنت میں، جہاں جہاں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل ہیں، حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ وہاں ثانی ہیں۔نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر "صاحب" کا اطلاق کیا۔یوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد صحابہ ہیں، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا کہ جنہیں اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاحب ارشاد فرمایا ہو اور نہ ہی گروہ صحابہ میں کوئی اس شان کا صحابی ہے، جو عالمِ اَرواح سے لے کر جنت تک، ہر مرحلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاحب ہو۔نیز یہ بھی فرمایا کہ "اللہ ہمارے ساتھ ہے" اس فرمان میں حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بشارت ہے کہ اُن کی پوری زندگی اللہ کی امان اور اس کی حفاظت میں ہے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا، آپ کے اوصاف کا تذکرہ سننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔صدیقی صاحب اس پر کچھ بیان فرمائیں۔

علامہ رضاء الدین صدیقی صاحب:

اِس حوالے سے شاعر دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار جو آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں کہے بڑے ہی باکمال اشعار ہیں۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "هَلْ قُلْتَ فِي أَبِي بَكْرٍ شَيْئًا" تو نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی شان میں کوئی شعر کہا ہے؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا: ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سناؤ! میں سن رہا ہوں
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَثَانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيفِ وَقَدْ.. طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ إِذْ صَعِدَ الْجَبَلَا
وَكَانَ حِبُّ رَسُولِ اللهِ قَدْ عَلِمُوا.. مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ رَجُلَا

اُس بلند پہاڑ پر واقع غار میں دو معزز شخصیات میں سے دوسرے آپ ہی تھے جب پہاڑی پر چڑھنے کے بعد دشمن غار کے ارد گرد منڈلانے لگے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں، سب کو معلوم ہے کہ آپ تمام مخلوق میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر ہیں اور کوئی بھی اُن کے برابر نہیں۔ ﴿الطبقات الکبریٰ: 3/129: مطبوعہ بیروت﴾

---: سلام بحضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ :---

سلام اے حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اے جہاندیدہ
سلام اے حضرتِ صدیق آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ
سلام اے حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ تیری شان اعلیٰ ہے
ترا اِیقان اعلیٰ ہے ترا اِیمان اعلیٰ ہے
سلام اے حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ تو ہے غار کا ساتھی
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ پُرنور جنت زار کا ساتھی
سلام اے حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ پیارے تو مہاجر ہے
تیری آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُلفت کا بیان ہر اک زبان پر ہے
سلام اے آشنائے رَمزِ عرفاں مصطفیٰ والے
سلامی تجھ کو دیتے ہیں سبھی ساجد خدا والے

پروگرام صبح نور

مورخہ: 21-9-2017

موضوع: مرادِرسول حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب

مفتی محمد فاروق القادری صاحب

ڈاکٹر محمد نوید اظہر صاحب

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرود اُن کے اصحابؓ وعترتؓ پہ لاکھوں سلام

نذیر احمد غازی صاحب:

مرادِرسول حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اَوصاف حمیدہ کے مظہرِ اتم تھے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایسا شاہکارِ رسالت ہیں جن کے صفات کے اپنے ہی نہیں بلکہ اغیار بھی قائل تھے اور اِن کی تعریف و تحسین میں رطب اللسان رہتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے اِتنے پہلو، اتنے فضائل، اتنی رفعتیں ہیں کہ جن کا احاطہ انسانی بساط میں نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتنی عظیم سند سے اِنہیں نواز ہے:''اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کے دل وزبان پر حق جاری کیا ہے۔''''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اہل جنت کے چراغ ہیں'' ''آسمان کے تمام فرشتے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی توقیر کرتے ہیں اور زمین کا ہر شیطان اِن سے لرزہ براندم ہے۔''''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے لیکن میں آخری نبی ہوں۔''علامہ شہزاد مجددی صاحب! قرآن کریم کے حوالے سے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان بیان فرمائیں۔

علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب:

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایسی عظیم ہستی ہیں کہ جن کے فضیلت قرآن کریم نے بیان کی ہے بلکہ قرآن کریم اِن کی تائید میں بھی نازل ہوا ہے۔علمائے کرام اپنی اصطلاح میں اُنہیں "موافقات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ " کا نام دیتے ہیں۔قرآن کریم کی کثیر آیات آپ کی موافقت میں اُتری ہیں۔ابن عساکر لکھتے ہیں کہ مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجۡھَہُ الۡکَرِیۡم فرماتے ہیں:

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کلام کی کئی باتیں ہم قرآن میں پڑھتے ہیں۔''

﴿"تاریخ دمشق":الرقم 9533 مطبوعہ بیروت،"الامامۃ":ابونعیم:297 مطبوعہ بیروت﴾

اِس کی ایک مثال یہ ہے جب سورۃ المؤمنون کی آیت "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ "سے آخر تک کی آیات نازل ہوئیں تو سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اِن آیات کو سننے کے بعد فرمایا: "تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ "تو یہ کلام اللہ تعالیٰ نے اتنا پسند فرمایا کہ اُسی وقت اِن آیات کا حصہ بنا کر نازل فرمادیا۔ ﴿"المعجم الکبیر طبرانی" الرقم 12244 مطبوعہ القاہرۃ﴾

قرآن کریم میں تقریباً بائیس مقامات ہیں جو موافقات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہلاتے ہیں۔قانون ناموس رسالت کے دفاع میں سورۃ النساء کی آیت 65:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" کا نزول موافقات عمر رضی اللہ عنہ میں سے ایک ہے۔ ﴿"تفسیر لابن ابی حاتم": 3/994 مطبوعہ سعودیہ العربیہ﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

مفتی فاروق القادری صاحب !امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان قرآن کریم کے حوالے سے کچھ آپ بیان فرمائیں۔

مفتی محمد فاروق القادری صاحب:

قرآن مجید میں آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان اور آپ کی تائید وموافقت میں نازل ہونے والی آیات مجموعی طور پر اکتالیس ہیں۔مختصراً پہلے اُن آیات کو بیان کرتا ہوں جن میں آپ کی فضیلت کا بیان ہے۔

1. "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾"

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 671ھ فرماتے ہیں: ''یہ آیت حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے

اِسلام لانے کے وقت نازل ہوئی اُس وقت 33 مرد اور 6 عورتیں مسلمان ہوچکیں تھیں جب آپ رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو چالیس کی تعداد ہوگئی۔ «تفسیر قرطبی، سورۃ الانفال: آیۃ 64 مطبوعہ القاہرۃ»

2 "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴿۱۸۶﴾"

ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندي رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 373ھ فرماتے ہیں "سَاَلَكَ عِبَادِیْ" میں سوال کرنے والی ذات سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تھی۔ «تفسیر السمر قندي: 1/185 مطبوعہ بیروت»

3 "فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَۚ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ﴿۴﴾" «سورۃ التحریم: 4»

عظیم تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "نَزَلَتْ فِیْ عُمَرَ خَاصَّةً" یہ آیت خالص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ «الدر المنثور: 8/224 مطبوعہ بیروت»

اِن کے علاوہ بھی متعدد آیات ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومحامد میں نازل ہوئیں۔ اب اُن آیات کو مختصراً عرض کرتا ہوں جو حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی موافقات میں نازل ہوئیں۔ صحیح مسلم میں ہے "حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔" تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بارگاہِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عرض کیا: "ہم مقام ابراہیم کو مصلی بنالیں" تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى" (اور حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حجاب کا حکم دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: "وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ

مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ‘‘
اور جب تم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ازواج سے کوئی سامان (کا یا کسی اور حاجت کے واسطے) سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے دِلوں اور اُن کے دِلوں کے لئے بہت ہی پاکیزگی کا سبب ہے۔ غزوہ بدر کے قیدیوں کے متعلق جب مشورہ لیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی رائے پیش کی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو رائے پیش کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وہی حکم نازل ہوا۔ ’’ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ ؕ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۖۗ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۷﴾ ‘‘ کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اُس کے لئے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہادے۔ تم (اپنے لئے) دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لئے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بڑا غالب بہت حکمت والا ہے۔ ﴿’’صحیح المسلم‘‘: الرقم 2399 مطبوعہ بیروت﴾

حرمت خمر کے متعلق جن آیات کا نزول ہوا ہے وہ بھی امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا کی بدولت ہوا۔ ﴿’’السنن نسائی‘‘ الرقم: 5540 مطبوعہ حلب﴾

ڈاکٹر نوید اظہر صاحب:

وہ عمر رضی اللہ عنہ جس کے اعداء پہ شیدا سقر
اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

ترجمان السنۃ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’ فَضَلَ عُمَرُ النَّاسَ بِأَرْبَعٍ ‘‘ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے چار باتوں کی وجہ سے

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درُود

لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ پہلی بات بدر کے روز قیدیوں کے ذکر کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کے قتل کا حکم دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم نازل کیا۔ دوسری بات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے حجاب کرنے کی رائے دی تو اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم نازل فرمایا۔ تیسری فضیلت اِن کو یہ حاصل ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اے اللہ! اسلام کی عمر (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے مدد فرما اور چوتھی فضیلت حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے جب رائے لی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اُن کی بیعت فرمائی۔ ﴿"المعجم الکبیر طبرانی" الرقم: 8828 مطبوعہ القاہرہ﴾

اِس سے بڑی بات جس پر خود حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی ساری زندگی فخر فرماتے رہے وہ یہ ہے جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی، تو آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اجازت دے دی اور فرمایا: "لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ" "میرے بھائی! مجھے اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا" آگے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ایسی بات کہی جس سے مجھے اِس قدر خوشی ہوئی کہ اگر ساری دنیا اس کے بدلے مجھے مل جاتی تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔ ﴿"سنن ابی داؤد" الرقم: 1498 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

اگر ہم غور کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تین نسبتیں آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہیں۔

① خسرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ② مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ③ دامادِ بتول سلام اللہ علیہا

خاندانِ رسالت مآب علیہم السلام سے ایسی عظیم نسبتیں آپ کو حاصل ہیں۔ پھر تاریخ شاہد ہے آپ کے اسلام لانے پر پہلی بار مَكَّةُ الْمُكَرَّمَه زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيمًا کے

اُن کے اصحابؓ وعترتؑ پہ لاکھوں سلام

کوہ ودَمن، کوچہ وبازار گونج اُٹھے۔تکبیر کے نعرے بلند ہوئے۔مجددی صاحب! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فیضان پر کچھ ارشاد فرمائیں۔

علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہستی سے اُمت کو دونوں طرح کے فیض ملے۔ نسبی فیضان اور نسبتی فیضان۔جو دامادِ بتول علیہا السلام کی عظمت آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے یہ شرف انتہائی باکمال ہے اَب اس اعزاز کے بعد آپ رضی اللہ عنہ صرف صحابی نہیں رہے بلکہ اہل بیت علیہم السلام میں شامل ہو گئے ہیں۔امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کے پاس اُن کی لختِ جگر حضرت سیدہ ام کلثوم علیہا السلام سے نکاح کا پیغام بھیجا۔تو سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر نسب اور رشتہ منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور رشتہ کے"فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُوْنَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَسَبٌ وَسَبَبٌ"اِس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان میرا نسبی اور سببی رشتہ قائم رہے۔پس حضرت سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے تو سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ریاض الجنۃ میں تشریف فرما مہاجرین کے پاس آئے اور فرمایا:"کیا تم مجھے مبارکباد نہیں دو گے۔کہ میرا خاندان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ قائم ہوا ہے۔"

﴿"المستدرک علی الصحیحین"الرقم:4654مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:"عمر سے بہتر شخص پر سورج کبھی طلوع

نہیں ہوا۔" («سنن الترمذي»: الرقم 3684 مطبوعہ مصر) یہ ایک حدیث ہی اِن کی عظمتوں ورفعتوں کو کافی ہے۔ پیر سید نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف والے نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں کیا خوب لکھا ہے ؎

قرآن کی آیات یہ دیتی ہیں گواہی
تقویٰ جسے کہتے ہیں وہ کردارِ عمر رضی اللہ عنہ ہے
اَور ہر سلسلہ فیض میں چمکے تیرے موتی
کوئی مجدد رحمۃ اللہ علیہ تو کوئی گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہے
وہ دَور نہ پا کر بھی یہ نسبت ہے نصیؔر آج
بیعت تیرے اَفکار کی بردست عمر رضی اللہ عنہ ہے

مفتی فاروق القادری! مختصراً آپ رضی اللہ عنہ کا مقام احادیث کی روشنی میں بیان فرمادیں۔

مفتی محمد فاروق القادری صاحب:

ایک انتہائی دلچسپ اور ایمان اَفروز روایت آپ کے سامنے رکھوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید کس طرح فرماتے تھے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں حضرت ازرق بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ایک امام نے جن کی کنیت ابورمثہ رضی اللہ عنہ ہے نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اُنہوں نے کہا: یہی نماز یا ایسی ہی نماز میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھی ہے، آپ کہتے ہیں سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اگلی صف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف کھڑے ہوتے تھے، اور ایک اور شخص بھی تھا جو تکبیر اولیٰ میں موجود تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کو مکمل ادا کر چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا، یہاں تک

کہ ہم نے آپ ﷺ کے (مبارک) رُخساروں کی سفیدی دیکھی، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے پھر وہ شخص جس نے آپ ﷺ کے ساتھ تکبیر اولیٰ پائی تھی اُٹھ کر دو رکعت پڑھنے لگا۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیزی کے ساتھ اُس کی طرف بڑھے اور اُس کا کندھا پکڑ کر زور سے جھنجھوڑ کر فرمایا: "اِجْلِسْ فَإِنَّهُ لَمْ يُهْلِكْ أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَوَاتِهِمْ فَصْلٌ" بیٹھ جاؤ! کیونکہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو صرف اسی چیز نے ہلاک کیا ہے کہ اُنھوں نے ایک نماز سے دوسری نماز میں فاصلہ نہیں کیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے نظر مبارک اُٹھائی (اور یہ صورت حال دیکھی) تو فرمایا: "أَصَابَ اللّٰهُ بِكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ" "خطاب کے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹھیک اور درست بات کہنے کی توفیق عطا فرمائی" («سنن ابی داؤد» الرقم: 1007 مطبوعہ بیروت)

نذیر احمد غازی صاحب:

مجددی صاحب! حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب کب دیا گیا؟

علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب:

مَدِيْنَةُ الْمُنَوَّرَه زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا میں ایک واقعہ پیش آ گیا تھا۔ اُس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ بشر نامی ایک منافق جو اپنے کو مسلمانوں میں سے سمجھتا تھا اُس کا ایک یہودی کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، بشر منافق کہتا تھا کہ اپنے جھگڑے کا فیصلہ کعب بن اشرف سے کروائیں کیونکہ کعب بن اشرف یہودیوں کا سردار تھا اور یہودی نے منافق سے کہا کہ تمہارے رسول حضرت محمد ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں لیکن منافق آپ ﷺ سے فیصلہ کراونے پر تیار نہیں ہو رہا تھا وہ سمجھتا تھا کہ میں جھوٹا ہوں فیصلہ میرے خلاف ہی ہوگا۔ آخر کار اِن دونوں میں بات چیت

کے بعد یہ طے پایا کہ چلو رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں۔ چونکہ منافق ناحق اور غلطی پر تھا اِس لئے رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ تحقیق کے بعد یہودی کے حق میں کر دیا جو بشر منافق کو ناگوار گزرا اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا۔ اپنے حق میں مقدمہ کا فیصلہ کروانے کے لئے منافق نے ایک نئی راہ نکالی کہ اب فیصلہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کرواتے ہیں۔ منافق کا خیال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار کے معاملہ میں بڑے سخت ہیں تو فیصلہ میرے حق میں دے دیں گے۔ یہودی نے یہ بات بھی قبول کر لی۔ دونوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔

یہودی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا کہ اِس واقعہ کا فیصلہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے حق میں فرما چکے ہیں اور یہ شخص اِس پر مطمئن نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بشر سے پوچھا: کیا قصہ ایسے ہی ہے، منافق نے اقرار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تو ذرا ٹھہرو، میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں، گھر تشریف لے گئے ایک تلوار لائے اور منافق کا کام تمام کر دیا اور فرمایا: "هٰكَذَا أَقْضِيْ عَلَى مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللهِ وَقَضَاءِ رَسُوْلِهٖ" جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں پھر عمر (رضی اللہ عنہ) کا فیصلہ اُس کے حق میں یہی ہے۔ منافق مقتول کے ورثاء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ انہوں نے بغیر دلیل شرعی کے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے۔ بات رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں دوبارہ پہنچی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۃ النساء کی آیت 65 کا نزول ہوا: ''تو (اے محبوب)! آپ کے رب کی قسم وہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم مانیں

آپ کو ہراُس جھگڑے میں جواُن کے درمیان پیدا ہو پھر نہ پائیں وہ اپنے دِلوں میں کوئی تنگی ہراُس فیصلے سے جو آپ نے کیا اور بخوشی دل سے مان لیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس وقت ارشاد فرمایا: "أَنْتَ الْفَارُوْقُ" عمر (رضی اللہ عنہ) تو فاروق ہے، اور سیدنا جبرائیل علیہ السلام بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: بے شک عمر (رضی اللہ عنہ) نے تو حق و باطل میں فرق کر دیا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کا نام فاروق رکھا۔ («تفسیر ثعلبی" 3/337 مطبوعہ بیروت»)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہادری وشجاعت کا عالم کیا تھا؟ ہمارے ذہن نشین رہے کہ آپ کوئی عام شخص نہیں تھے۔ اپنے اظہار اسلام سے پہلے پورے عرب میں ایک ہیرو کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ عظیم شخصیت ہیں جو کبھی گھوڑے پر رِکاب میں پاؤں رکھ کر سوار نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ اُچھل کر سوار ہوتے، اتنے دراز اور وجیہہ قدوقامت کے مالک تھے کہ پورے لشکر میں آپ رضی اللہ عنہ تنہا نظر آتے تھے۔ ایک ہزار جانبازوں پر آپ رضی اللہ عنہ اکیلے بھاری تھے۔ قوت وطاقت اتنی کہ گائے کی کھال پہ کھڑے ہوجاتے تو سات آدمی اُس کھال کو کھینچتے تھے تو وہ کھال چیتھڑے چیتھڑے ہوجاتی لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے پائے قوت میں جنبش نہیں آتی تھی احادیث مبارکہ کے اِن الفاظ کو بغور پڑھیں: "اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً" اور "اَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ"

(«سنن ابن ماجہ" الرقم 105 مطبوعہ بیروت، "المعجم الکبیر طبرانی"، الرقم 8828 مطبوعہ القاہرہ»)

سب کو اِسلام سے عزت وقوت ملی لیکن حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وہ باکمال شخصیت جن سے اِسلام کو عزت وقوت ملی۔ ابن عساکر اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما

سے فرمایا: کیا میں فرشتوں اور نبیوں میں تم دونوں کی مثل نہ بتاؤں "یَا أَبَابَکْرٍ فِي الْمَلَائِكَةِ كَمَثَلِ مِيكَائِيلَ علیہ السلام" اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! فرشتوں میں تمہاری مثال میکائیل علیہ السلام جیسی ہے جو ہمیشہ رحمتیں (اور برکتیں) لے کر اُترتے ہیں "وَمَثَلُكَ فِي الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ إِبْرَاهِيمَ علیہ السلام" اور انبیائے کرام علیہم السلام میں تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے (بارگاہ الٰہی) عرض کی تھی "مَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي، وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ" جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہانہ مانا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔ ﴿سورۃ ابراہیم:63﴾

"وَمَثَلُكَ يَا عُمَرُ فِي الْمَلَائِكَةِ مَثَلُ جِبْرِيلَ علیہ السلام" اے عمر (رضی اللہ عنہ)! ملائکہ میں تمہاری مثال جبرائیل علیہ السلام جیسی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر شدت، تنگی اور سزا لے کر اترتے ہیں "وَمَثَلُكَ فِي الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ نُوحٍ علیہ السلام" اور انبیائے کرام علیہم السلام میں تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے اپنی اُمت کی نافرمانی کو دیکھ کر اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کیا تھا: "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾" اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور اُن کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار بڑی ناشکر۔ ﴿"تاریخ دمشق" 30/121 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت کتنی تھی۔ اِس سلسلہ میں ایک اِیمان اَفروز حدیث میں بھی پیش کردیتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب آئے گی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے متعلق سوال کرنے والے تونے قیامت کے لیے کیا تیار کررکھا ہے۔ سائل نے عرض کیا میرے پاس کوئی کثیر عبادات نہیں لیکن ایک عمل میرے پاس ہے "میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ" تو جس سے محبت کرتا ہے قیامت کے دن اُس کے ساتھ ہوگا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے فرماتے ہیں مجھے اپنی زندگی میں اُس دن سے زیادہ خوشی کبھی نہیں ہوئی جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمان ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا: "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بھی محبت کرتا ہوں اور میں اپنے رب سے اُمید کرتا ہوں کہ روزِ قیامت مجھے اِن کا قرب نصیب ہو اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔" ﴿"صحیح البخاری" 3688 مطبوعہ بیروت﴾

مفتی صاحب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا کیا عالم ہوتا تھا بیان فرمائیں۔

مفتی محمد فاروق القادری صاحب:

یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت ابوبکر وعمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اور بالعموم ایک دوسرے سے اپنی محبتوں کا اظہار کیا کرتے تھے۔ صاحب کنز العمال نے لکھا ہے حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے دورِ خلافت میں برسرِ منبر یہ دعا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْنَا بِمَا أَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ" اے اللہ! ہم کو ویسی صلاحیت عنایت فرما جیسی کہ تونے

ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو صلاحیت دی تھی ۔آپ سے پوچھا گیا: سرکار وہ کون ہیں (اُن خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نام بتا دیجئے) یہ سنتے ہی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی چشمان مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور فرمایا: "هُمْ حَبِيْبَايَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرَ" وہ میرے دوست حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تھے "إِمَامَا الْهُدَىٰ وَشَيْخَا الْإِسْلَامِ" جو دونوں امام ہدایت اور شیخ الاسلام تھے اور جس نے اِن دونوں کی پیروی کی نجات پائی اور اِن دونوں کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کو صراط مستقیم حاصل ہوئی اور جس نے اِن دونوں کی اتباع کی وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ ﴿"کنز العمال" الرقم 36107 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

مجددی صاحب! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ذکر کی عظمت کیا ہے؟

علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب:

پہلی بات یہ ہے کہ ہم اس ہستی کا جتنا بھی ذکر کریں یہ ذکر مبارک کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ماوشما کون حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا: "أَخْبِرْنِيْ عَنْ فَضَائِلِ عُمَرَ" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے فضائل کے متعلق بتائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمار! تو نے مجھ سے وہ بات دریافت کی ہے جو میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھی تھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا تھا:

"يَا مُحَمَّدُ لَوْ مَكَثْتُ مَعَكَ مَا مَكَثَ نُوْحٌ فِيْ قَوْمِهٖ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا أُحَدِّثُكَ فِيْ فَضَائِلِ عُمَرَ مَا نَفِدَتْ"

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے مطابق نوسو پچاس برس رہوں اور فضائل عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتا رہوں تب بھی وہ ختم نہ ہوں گے۔ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "زَيِّنُوا مَجَالِسَكُمْ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَبِذِكْرِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ"

﴿"تاریخ بغداد":3674 مطبوعہ بیروت، "الصواعق المحرقہ":2/713 مطبوعہ لبنان﴾

اے لوگوں تم اپنی مجالس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج کر اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے سجایا کرو۔غازی صاحب! میں نے اس حدیث مبارکہ کو ایک قطعہ میں منظوم کیا ہے آپ کی نذر کرتا ہوں

جگر میں سوز ، دعا میں اثر ضروری ہے
گلوں میں رنگ، شجر میں ثمر ضروری ہے
سبق دیا ہے یہی مومنوں کی ماں نے ہمیں
ہر ایک بزم میں ذکر عمر رضی اللہ عنہ ضروری ہے

---: سلام بحضور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ :---

دین احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیاء فاروق اعظم رضی اللہ عنہ السلام
اے مرادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ السلام
آپ کو رب جہاں سے مانگا ہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
آپ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ السلام
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ میں آرام فرما ہو گئے
آپ کا یہ مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ السلام

پروگرام صبح نور

مورخہ: 22-9-17

موضوع: امیر المومنین سیدنا عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: علامہ محب اللہ نوری صاحب

علامہ محمد احمد برکاتی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

نبی کریم ﷺ نے اپنے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا:
''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی طرح ہیں اِن میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے'' 《"الشریعۃ" لآجری 360ھ: الرقم 1166 مطبوعہ الریاض》

رسول اللہ ﷺ کے اِن اَصحاب رضی اللہ عنہم میں سے ایک نجمِ کمال جن کا لقب ذوالنورین اور نام سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے اِن کے نکاح میں آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اتنے بڑے حکمران تھے کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ مبارک کی فتوحات کو دیکھا جائے تو قبرس، شمالی افریقہ، اسپین اور روم و ایران کے کچھ حصے آپ رضی اللہ عنہ کی فتوحات میں شامل ہیں۔ گو نبی کریم ﷺ نے آپ کی شہادت کی خبر دے دی تھی اور آپ نے اپنی شہادت سے پہلے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عثمان ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ روزہ ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا۔'' 《"البدایہ والنہایہ" 10/300 مطبوعہ بیروت》

میں سمجھتا ہوں کہ تاریخِ اسلام میں واقعہ کربلا کے بعد سب سے بڑا سانحہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ امام ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں حرم شریف میں تھا تو ایک شخص گڑگڑا کر دُعا کرتا کہ یا اللہ مجھے بخشش دے پھر کہتا تھا مجھے یقین ہے تو مجھے نہیں بخشے گا۔'' میں نے اُس سے پوچھا کہ تم یہ کیوں کہتے ہو اُس نے کہا میں نے بلوائیوں کی باتوں میں آ کر قسم اُٹھائی تھی کہ میں سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو تھپڑ

ماروں گا لیکن یہ کام میں اُن کی زندگی میں نہیں کر سکا جب آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو میں اُن کے گھر چلا گیا اور موقع پا کر میں نے اُن کے منہ مبارک پر تھپڑ مارا تو اُسی وقت میرا ہاتھ شَل ہو گیا۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اُس کے ہاتھ کو دیکھا تو وہ لکڑی کی طرح سوکھ چکا تھا۔ ﴿"شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ": الرقم 2363 مطبوعہ سعودیہ العربیہ، "البدایہ والنہایہ" 10/326 مطبوعہ بیروت﴾

اِس قسم کے بے شمار واقعات ہیں اُن سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے گستاخ کا جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے: ''حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کا جنازہ پڑھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر نماز نہیں پڑھی، عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اس سے پہلے تو ہم نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی ایمان دار کا جنازہ نہ پڑھی ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّهُ كَانَ يَبْغَضُ عُثْمَانَ فَأَبْغَضَهُ اللهُ" یہ (میرے) عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا تو اللہ نے اسے مبغوض کر دیا۔'' ﴿"جامع الترمذی": الرقم 3709 مطبوعہ بیروت﴾

صاحبزادہ صاحب! کیا سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت عالمِ اسلام کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ نہیں ہے؟

صاحبزادہ علامہ محب اللہ نوری صاحب:

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جو فتوحات حاصل ہوئیں سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اُن فتوحات کے سلسلے کو دُگنا کر دیا۔ یعنی اتنی بڑی سلطنت کے حکمران تھے اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں بحری جنگیں بھی لڑی گئیں اور اگر اِنتظامی اُمور کی بات کی جائے تو آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ مبارک میں صرف ایک سال کے اندر چودہ سو (1400) بحری

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرود

بیڑے تیار کئے گئے پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ڈائریکٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض یافتہ ہیں۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف اتنی بڑی سازش کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو دردناک طریقے سے شہید کر دینا یہ عالمِ اسلام کے لئے واقعی بہت بڑا سانحہ ہے۔اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ پر آنے والے مصائب اور شہادت کی پہلے ہی خبر عطا فرمادی تھی۔ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب فرمارہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میرے بعد اس طرح فتنے برسیں گے جس طرح بارش کا پانی برستا ہے۔ اُسی اثناء میں ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسے دیکھ کر فرمایا: ''یہ شخص اُس وقت حق پر ہوگا اور ظلماً شہید ہوگا۔'' ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہتے ہیں میں اُس شخص کے پیچھے دوڑا اور جب پاس جا کر دیکھا تو وہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ پر آنے والے مصائب کا پتہ اِس حدیث پاک سے بھی چلتا ہے جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔ حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انصار کے باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازے پر حفاظت کے لئے کھڑا کیا۔ پس ایک شخص نے دروازے پر آ کر (اندر آنے کی) اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" اِسے اندر آنے دو اور جنت کی خوشخبری بھی دے دو۔ (جب وہ اندر آئے تو) وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے پھر ایک دوسرے شخص نے (اندر آنے کی) اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمایا: "اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" اِسے (اندر داخل ہونے کی) اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری بھی

دے دو۔ پھر ایک اور شخص نے حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ کچھ دیر کے لئے خاموش رہے پھر فرمایا: "اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى سَتُصِيبُهُ" اِسے (اندر داخل ہونے کی) اجازت دے دو اور جنت کی بشارت کے ساتھ ساتھ عنقریب آنے والی مصیبتوں کی خبر دے دو۔ (جب وہ اندر داخل ہوئے) تو وہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ ﴿"صحیح بخاری": الرقم 3695 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

برکاتی صاحب! سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو کیوں شہید کیا گیا؟ وہ سازش کیا تھی؟

علامہ محمد احمد برکاتی صاحب:

جب عالم کفر اسلامی فتوحات کا نہ رُکنے والا سیلِ رواں دیکھ کر عاجز آیا تو اُس نے امیر المومنین سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی سازش تیار کی۔ ایک دِن سیدنا علی مرتضیٰ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے اے عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کچھ لوگ آپ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ اپنے قرابت داروں کو نوازتے ہوئے اُنہیں بڑے بڑے عُہدے دے رہے ہیں سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: "سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے قرابت داروں کو عہدے نہیں دیئے؟" سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جسے عہدہ دیتے تھے اُس پر گرفت بھی کرتے تھے تو آپ نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: "کیا میرے قرابت دار آپ کے قرابت دار نہیں ہیں؟" تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واقعی وہ میرے قرابت دار بھی ہیں۔ کچھ دِنوں بعد مصریوں نے اِسی قسم کے چند اعتراضات جب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے کئے آپ نے سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی ترجمانی کرتے ہوئے

اُنہیں جوابات عطافرمائے۔

''پہلا اعتراض'' اُنہوں نے یہ کیا کہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے چراگاہیں روک لی ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے فرمایا: ''اُنہوں نے چراگاہیں اِس لئے نہیں روکیں کہ اُن میں اُن کے اپنے جانور چریں گے بلکہ صدقہ کے اونٹوں کے لئے روکی ہیں وہ اِن چراگاہوں میں چریں گے تو فربہ ہوں گے تو سواری کے طور پر جہاد کے لئے کام آئیں گے۔''

''دوسرا اعتراض'' انہوں نے یہ کیا کہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے مصحف کو جلا دیا ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے فرمایا: ''آپ رضی اللہ عنہ نے اصل مصحف قرآنِ پاک کو نہیں جلایا بلکہ اُن نسخوں کو جلایا ہے جسے لوگوں نے متنازعہ بنا کر اُن میں آیتیں بنا کر ڈال دی تھیں۔''

''تیسرا اعتراض'' اُنہوں نے یہ کیا کہ مکہ مکرمہ میں جا کر حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے مقیم والی نماز پڑھی اور لوگوں کو پڑھاتے رہے حالانکہ آپ مسافر تھے تو قصر پڑھنی چاہیے تھی۔ سیدنا علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم اِس کے جواب میں فرمایا: ''سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہاں شادی کر لی تھی اور بندہ جہاں شادی کر لے وہ جگہ اُس کے وطن کے حکم میں ہوتی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں رہنے کا فیصلہ بھی کیا تھا اِس لئے مقیم والی نماز ادا کی۔''

''چوتھا اعتراض'' انہوں نے یہ کیا کہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے نوجوان لوگوں کو حاکم مقرر کر دیا ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے جواباً ارشاد فرمایا: ''فتح مکہ کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کی طرف جا رہے تھے تو بیس (20) سالہ

نوجوان سیدنا عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنایا۔ جسے کتاب الآثار میں سیدنا امام ابو یوسف نے روایت فرمایا ہے۔" ﴿"کتاب الآثار": الرقم 828 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

صاحبزادہ صاحب! یہ جو سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پر الزام عائد کیا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بنواُمیہ کو عہدے دے کر نوازا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

صاحبزادہ علامہ محب اللہ نوری صاحب:

یہ صرف اور صرف پروپیگنڈا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ پوری سلطنت عثمانیہ کے اندر صرف اور صرف چھ مناصب ایسے تھے جن پر سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے بنواُمیہ کے لوگوں کو مقرر فرمایا۔ جن میں ملکِ شام میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور اِنہیں آپ نے مقرر نہیں فرمایا بلکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اِنہیں ذمہ داریاں دی تھیں اور بعد میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پورے دورِ حکومت میں یہ اِس عہدے پر قائم رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو صرف اِنہیں اِس عہدے پر بحال رکھا تھا۔ دوسرے سیدنا عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ جو کہ مِصر کے حاکم تھے۔ تیسرے سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ جو کہ بصرہ کے حاکم تھے اور مروان جو کہ کاتب تھا۔ اور دو شخص اور تھے جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے بعد میں معزول کر دیا تھا۔ جب دو اشخاص کو معزول کر دیا تو ٹوٹل چار لوگ بنواُمیہ میں سے وہ تھے جنہیں عہدے دیئے گئے۔

حالانکہ باقی بیس (20) مناصب ایسے تھے جن پر آپ نے غیر بنواُمیہ کو مقرر فرمایا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ اقدس میں اسی (80) فیصد پوسٹیں بنواُمیہ کو دی تھیں۔ دو ہزار باغیوں نے کاشانۂ خلافت کا نہایت سخت محاصرہ کر لیا جو

مسلسل چالیس روز تک قائم رہا۔ باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پانی پہنچانے کو حرام قرار دے دیا تھا۔

ایک دفعہ حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچانے کی کوشش کی مگر باغیوں نے اُم المومنین اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محترم زوجہ کا بھی لحاظ نہیں کیا اور بے ادبی سے مزاحمت کر کے انہیں واپس کر دیا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اُس پُر آشوب وقت میں اپنے دونوں صاحبزادوں جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کیلئے بھیج دیا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی ان جانثاروں کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر موجود تھے۔ باغیوں کو سمجھانے کیلئے متعدد اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے موثر تقریریں کیں لیکن اُن پر کوئی اَثر نہ ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کی چھت سے باغیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ”کیا تم کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف فرما ہوئے تو یہ مسجد تنگ تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ”جنت کے عوض کون اِس زمین کو خرید کر مسجد کیلئے وقف کرے گا؟ اُس وقت میں نے وہ زمین مسجد کیلئے خرید کر وقف کی تھی آج تم اس زمین پر مجھے سجدہ کرنے نہیں دیتے۔“

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”قسم بخدا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو سوائے چاہ رومہ کے اور کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا جنت کے عوض کون اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کرتا ہے؟ اُس وقت بھی صرف میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان پر لبیک کہی اور آج تم مجھے اِس کنویں سے پانی نہیں پینے دیتے۔“ لیکن باغیوں پر آپ رضی اللہ عنہ کی اِس تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا۔

جانثار اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بصیرت اَفروز آنکھوں نے اِس فتنہ کو بہت پہلے بھانپ لیا تھا۔ اُنہوں نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: "آپ رضی اللہ عنہ میرے ساتھ شام چلیئے، تاکہ آپ کسی ناگہانی خطرہ سے دوچار نہ ہو جائیں۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں دیارِ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر اور کہیں نہیں جانا چاہتا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں حفظ ماتقدم کی خاطر شام سے آپ کی حفاظت کیلئے فوج بھجوا دوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسیوں (اہل مدینہ) کو اس لشکر کی وجہ سے کوئی پریشانی ہو۔ محاصرہ کے دوران حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا: "میری تین باتوں میں سے ایک بات مان لیجئے، آپ کے حامیوں کی عظیم جماعت یہاں موجود ہے۔ ان کو ساتھ ملا کر اِن باغیوں کا مقابلہ کر کے اِن کو نکال دیجئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پچھلی طرف سے نکل کر مکہ معظّمہ چلے جایئے۔ مکہ حرم ہے۔ وہاں یہ آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ شام میں آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پناہ میں چلے جایئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پہلے صورت کا یہ جواب دیا: "أَمَّا أَنْ أَخْرُجَ فَأُقَاتِلَ فَلَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ خَلَفَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي أُمَّتِهِ بِسَفْكِ الدِّمَاءِ" اگر میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں اِس امت کا وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو اپنی حکومت کی بقاء کیلئے مسلمانوں کا خون بہائے۔

دوسری صورت کا جواب یہ دیا: "وَأَمَّا أَنْ أَخْرُجَ إِلَى مَكَّةَ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَسْتَحِلُّونِي بِهَا" اگر میں مکۃ المکرمۃ کی طرف چلا جاؤں تو مجھے اِن لوگوں سے یہ

توقع نہیں ہے کہ یہ حرم مکہ کی حرمت کا کوئی لحاظ رکھیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس مقدس شہر کی حرمتیں پامال ہوں۔ اور تیسری صورت کا آپ رضی اللہ عنہ نے جواب یہ دیا: "فَلَنْ أُفَارِقَ دَارَ هِجْرَتِي وَمُجَاوَرَةَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں دارالہجرۃ اور دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جانا چاہتا۔ ﴿"مسند احمد": الرقم 481 مطبوعہ مصر﴾

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا گھر بہت وسیع تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم سمیت سات سو اَفراد موجود تھے جن کی قیادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کر رہے تھے۔ اُنہوں نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی تو فرمایا: "اگر ایک شخص بھی میری خاطر لڑنا چاہے تو میں اُس سے خدا کے لیے کہتا ہوں کہ وہ میری خاطر خون نہ بہائے۔" آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں اس وقت بیس غلام تھے، اُن کو بھی بلا کر آخری وقت میں آزاد کر دیا۔

نذیر احمد غازی صاحب:

برکاتی صاحب! امیر المؤمنین سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اتنی بڑی سلطنت کے حکمران تھے اور بلوائیوں کی تعداد صرف دو ہزار تھی تو کیا آپ رضی اللہ عنہ فوج کو استعمال کر کے اُنہیں ختم نہیں کر سکتے تھے؟

علامہ محمد احمد برکاتی صاحب:

اِس بات میں کسی قسم کا تردّد نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ چھتیس لاکھ مربع میل کے محافظ تھے اور اتنی بڑی فوج بھی تھی اگر آپ رضی اللہ عنہ چاہتے تو کیا نہیں کر سکتے تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کے دفاع کے لئے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خون نہیں بہنے دیا۔ حالانکہ وہ وقت بھی آیا جب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور

دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تلواریں نکال لیں اور بلوائیوں کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے لیکن سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر تمہارے دِل میں میری ذرا برابر بھی عزت ہے تو میں اُس عزت کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی تلواریں نیام کر لیں کیونکہ میں اپنی ذات کی خاطر جنگ نہیں چاہتا۔'' سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل قیامت تک کے حکمرانوں کو پیغام دے رہا ہے کہ بہترین حکمران وہ ہے جو اپنی ذات کو پس پشت ڈال کر سلطنت کے مفادات کو ترجیح دے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات وہ ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارہا جنت کی خوشخبری عطا فرمائی۔ جنگِ تبوک کا موقع دیکھ لیں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پیش کئے گئے درہم و دینار ہاتھ میں لے کر اُلٹ پلٹ رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جیشِ عسرۃ (غزوہ تبوک کے لئے لشکر) تیار کیا تو سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ایک ہزار دینار لے آئے ''فَنَثَرَهَا فِي حِجْرِهِ'' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی گود میں اُن دیناروں کو پھیلا دیا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ''يُقَلِّبُهَا فِي حِجْرِهِ'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (کمال فرحت سے) اُن دِیناروں کو اُلٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے، آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو چاہیں کریں اِن سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اور یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبار ارشاد فرمائے۔ ﴿"جامع الترمذی": الرقم 3701 مطبوعہ مصر﴾

اس فرمان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو کھلی چھٹی دے دی ہے کہ حلال یا حرام جو مرضی آئے کرو تم سے کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صالحیت پر مکمل اعتماد

تھا اور آپ ﷺ کو کامل یقین تھا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کوئی ناجائز اور حرام کام ہو ہی نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان درحقیقت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اطاعت شعاری اور وفاداری کی سند تھی، مستقبل کے تفکرات اور آخرت کے خطرات سے محفوظ رکھنے کا سہرا تھا۔ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جیش عسرۃ کی تیاری کے وقت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے نوسوتیس (930) اونٹ اور ستر (70) گھوڑے پیش کئے۔

ابن شہاب زھری کہتے ہیں امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر نوسو چالیس (940) اونٹ اور ساٹھ (60) گھوڑے پیش کئے یہ پوری ہزار سواریاں بنتی ہیں۔ ﴿"الشریعۃ" لآجری: الرقم 1166 مطبوعہ الریاض﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کس حالت میں ہوئی۔

صاحبزادہ علامہ محب اللہ نوری صاحب:

چالیس دن کے محاصرے کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوکر قرآن پاک کی تلاوت فرمارہے تھے کہ دشمن دروازے کو آگ لگا کر اُسے توڑ کے اندر داخل ہوئے اور حملہ کردیا آپ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے فرمایا تو اُنہوں نے وار کرکے ہاتھ مبارک کو کاٹ دیا جب ہاتھ مبارک کٹ گیا تو سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو اِس ہاتھ کو سنبھال کر رکھنا کیونکہ یہ ہاتھ یداللہ والے ہاتھ میں رہا ہے اور اِسی ہاتھ سے میں نے اللہ تعالیٰ کے قرآن کو جمع کیا ہے۔ اسی اثنا آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ نائلہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھ کر حملہ روکنے لگیں تو اُن کی بھی اُنگلیاں کٹ گئیں، پھر اُنہوں نے یکے بعد دیگرے سینے اور پیشانی پر وار کئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے خون کا فوارہ نکلا تو

قرآن کی اِس آیت پر گرا "فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾" («سورۃ البقرۃ» الآیۃ 137)

حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے بعد یہ سعادت کسی کے حصہ میں نہیں آئی کہ اُس نے دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خلافت کا مستقر بنایا ہو۔ اسلامی حکمرانوں میں آپ دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ تھے جنہوں نے اُس وقت بھی مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑنا گوارا نہیں کیا جب نوکِ خنجر اُن کی شہ رگ کے بہت قریب نظر آ رہی تھی۔ تاریخ میں ہمیں یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی عظیم شخصیت کے جانثار اُس پر قربان ہونے کی اجازت چاہتے ہوں، بار بار بے تابی سے تقاضا کرتے ہوں مگر وہ کسی کو اِس کی اجازت نہ دیتا ہو اُس کو اپنی جان بچانے کے لئے خطرہ کی جگہ سے نکل جانے کا موقع ملا ہو مگر وہ عزم واستقلال کا کوہِ گراں اپنی جگہ پر قائم رہا ہو۔

اے عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ آپ کی عظمتوں ورفعتوں کا کیا کہنا! آپ رضی اللہ عنہ نے نہ مکۃ المکرمہ کی حرمتوں کو خطرہ میں پڑنے دیا نہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میدانِ جنگ بننے دیا، نہ اپنی جان کے تحفظ کے لئے دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑا اور نہ ہی اپنے جانثار ورفقائے اخلاص میں سے کسی کی زندگی کو خطرے میں پڑنے دیا۔ حتی کہ آخری وقت میں اپنے بیس غلاموں کو بھی آزاد کر کے نکل جانے دیا اور ظلم وستم کے تمام وار تنہا ہی اپنی جان پر کھیل گئے۔ یوں تو اسلام کے ہر دور میں لوگ شہید ہوتے رہے اُن شہدائے عظام میں سے کسی کا خون اُحد کی گھاٹیوں میں گرا، کسی کا خون کربلا کی سرزمین پر گرا، مگر سلام ہو تمہارے خون پر اے عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جو قرآنِ کریم کی آیات

پر گرا۔جس شہید کا خون جس جگہ گرتا ہے وہ جگہ اُس کی شہادت کی گواہی دیتی ہے کسی کی شہادت کی گواہی مقام بدر اور اُحد کی سرزمین دے گی، کسی کی شہادت کی گواہی میدانِ کربلا دے گا۔سلام ہو اے عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ آپ کی شہادت کی گواہی قرآنِ کریم کے اوراق دیں گے۔حشر کے دِن جو شخص جس حال میں شہید ہوا اُسی حال میں اُٹھے گا۔کوئی شہید احرام باندھے ہوئے اُٹھے گا تو کوئی سجدہ کرتے اُٹھے گا۔ اے عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ آپ کی عظمتوں کو سلام ہو آپ میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھتے ہوئے اُٹھو گے۔

---: سلام بحضور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ :---

السلام عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پیارے راہبر
السلام عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اے عالی قدر
السلام عثمان رضی اللہ عنہ تجھ کو مِل گئی عظمت بڑی
ہے سخاوت تیری ہی مشہور عالم میں ہوئی
السلام عثمان رضی اللہ عنہ تو لطف وکرم کا پاسدار
رِحم فرمانا سبھی پر تھا سدا تیرا شعار
السلام عثمان رضی اللہ عنہ تو لطف وکرم کا پاسدار
السلام عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اے کان حیاء
تجھ کو حاصل ہوگئی ہے محبوب رب کی رضا
السلام عثمان رضی اللہ عنہ تو ہی جامع القرآن ہے
تو امیر المومنین ہے واصل رحمان ہے

پروگرام صبح نور

مورخہ: 16-06-2017

موضوع: سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: پروفیسر ڈاکٹر قمر علی زیدی صاحب

پروفیسر معین نظامی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کا مختصر تعارف کروادیں۔

پروفیسر قمر علی زیدی صاحب:

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جناب ابوطالب علیہ السلام کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔آپ جمعہ کے دن کعبۃ اللہ میں اُس سال پیدا ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک تیس (30) سال تھی رب کے گھر میں پیدا ہونا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے اور یہی برکات آپ علیہ السلام کی زندگی مبارک میں ہمیشہ رہیں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری زندگی پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وفادار رفیق رہے اور دینِ اسلام کی سربلندی کی خاطر ساری زندگی پوری جانفشانی کے ساتھ اپنا کردار ادا کرتے رہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خلوت وجلوت میں نائب اور معتمد علیہ کے طور پر اپنی زندگی بسر کی۔

نذیر احمد غازی صاحب:

پروفیسر نظامی صاحب! ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوتِ حیدری

وہ قوتِ حیدری کیا ہے؟

پروفیسر معین نظامی صاحب:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ظاہری وباطنی وہ نعمتیں عطا فرمائی تھیں جن کی مثال نہیں ملتی۔جناب اندازہ فرمائیں کہ

اللہ تعالیٰ خالق علوم وفنون ہے، رسول اللہ ﷺ مدینۃ العلم اور مربی اعظم اور مرشدِ کبیر ہیں۔اُس محبوب ﷺ کی گود میں پلنے والی ہستی جنہوں نے آنکھیں کھولیں تو اُن کے اردگرد نورِ اسلام پھیلا ہوا تھا۔تو مدینۃ العلم کا دروازہ ہونے کا شرف آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالیٰ وَجْھَہُ الْکَرِیْم ہی کو عطا ہوا۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں پس جو شخص علم کو پانے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اس کے دروازے کے پاس آجائے۔''

﴿''المستدرک''الرقم 4638 مطبوعہ بیروت،''المعجم الکبیر طبرانی''الرقم 11061 مطبوعہ القاہرہ﴾

رسول اللہ ﷺ کی وہ صفت جس پر آپ کو فخر تھا یعنی''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ'' سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ رسول اللہ ﷺ کی اِس صفتِ پاک کے وارث تھے۔آپ کا دین، ایمان، عرفان اور تقویٰ سب کا سب ذاتِ رسالت مآب ﷺ تھا۔یعنی آپ منشائے رسول اللہ ﷺ کے امین کامل تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو شخصیتیں مزاج شناسِ نبوت تھیں۔ایک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسرے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کا ادب اتنا ہے کہ اگر آپ ﷺ کا نامِ مبارک اپنے ہاتھ سے لکھ دیا تو وہ کاٹنا بھی گوارا نہیں ہے۔صحیح بخاری میں یہ ایمان اَفروز واقعہ موجود ہے۔حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ کے مہینے میں عمرہ کا احرام باندھا۔لیکن مکہ والوں نے آپ ﷺ کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔آخر صلح اس پر ہوئی کہ (آئندہ سال) آپ ﷺ مکہ میں تین روز قیام کریں گے۔جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو اس میں لکھا گیا کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔لیکن مشرکین نے کہا کہ ہم تو اسے نہیں مانتے۔اگر

ہمیں علم ہو جائے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو نہ روکیں۔ بس آپ صرف محمد بن عبداللہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: "اِمْحُ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: لَا، وَاللهِ لَا أَمْحُوْكَ أَبَدًا" "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دو، آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نہیں اللہ کی قسم! میں تو یہ لفظ کبھی نہ مٹاؤں گا۔" آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دستاویز لی اور لکھا کہ یہ اس کی دستاویز ہے کہ محمد بن عبداللہ نے اس شرط پر صلح کی ہے۔ ﴿"صحیح بخاری" الرقم 3184 مطبوعہ بیروت﴾

اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا بھی ادب کرتے تھے۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اِدھر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمیرِ منیر میں کوئی خیال پیدا ہوتا تھا تو اُدھر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اُس پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ یہ ہم آہنگی اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ مرحلہ طے ہوتا ہے جس کو شاعر نے بیان کیا

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

چناں چہ منشائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادراک جس طرح سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کر کے اُس پر عمل پیرا رہے اُس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

نذیر احمد غازی صاحب:

زیدی صاحب! کیا آپ کرم اللہ وجہہ کو تمام علوم پر دسترس حاصل تھی؟

پروفیسر قمر علی زیدی صاحب:

قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی وہ کتابِ کامل ہے جو کہ تمام آسمانی کتابوں کو منسوخ کرنے کے بعد انسانیت کی ہدایت کے لئے عطا فرمائی گئی۔ قرآن پاک میں ہے: "وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ"

اور آسمان اور زمین میں کوئی (بھی) پوشیدہ چیز نہیں ہے مگر (وہ) روشن کتاب (لوحِ محفوظ) میں (درج) ہے۔ ﴿"سورۃ النمل" الآیۃ:75﴾

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" نہ کوئی تر چیز ہے اور نہ کوئی خشک چیز مگر روشن کتاب میں (سب کچھ لکھ دیا گیا ہے) ﴿"سورۃ الانعام" الآیۃ:59﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کتاب کی تعلیم دی ہے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اِس کتاب کے پہلے معلم ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے قریب ترین شاگرد جو ہمہ وقت ساتھ رہے، قرآن پاک کے ظاہری و باطنی علوم کو سیکھتے رہے وہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں۔ اسی لئے تو آپ یہ جانتے ہیں کہ کون سی آیت صبح کو اُتری اور کونسی آیت شام کو اُتری، کونسی آیت سفر میں اُتری اور کونسی آیت حضر میں اُتری اور اَلْحَمْدُ کی الف لے کر وَالنَّاسِ کی سین تک تمام حروف کی کیفیات کے ظاہر کو بھی جانتے ہیں اور باطن کو بھی جانتے ہیں۔

نذیر احمد غازی صاحب:

زیدی صاحب! اِس کا مطلب ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالیٰ

وَجْهَهُ الْكَرِيْم حروفِ مقطعات کے اسرار و رموز سے واقف تھے۔

پروفیسر قمر علی زیدی صاحب:

مفسرین کا اِس بات پہ اتفاق ہے کہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول اللہ ﷺ کے درمیان گہرا راز ہیں اور پھر وہ اُمتی جو رسول اللہ ﷺ کے قریب ترین ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے یہ راز اُن پر بھی کھول دیتا ہے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

نظامی صاحب! قوتِ حیدری کا مظاہرہ کیسا تھا۔ اس پر مختصراً ارشاد ہو؟

پروفیسر معین نظامی صاحب:

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم دینِ اسلام کے غازی اعظم ہیں۔ آپ کا یہ امتیاز بہت زیادہ غیر معمولی ہے کہ آپ نے سب سے زیادہ غزوات میں شرکت کی ہے۔ صرف غزوہ تبوک کے موقع پر رسولِ کریم ﷺ آپ کو ہیڈ آف دی سٹیٹ کے طور پر مدینہ منورہ میں ٹھہرا کر گئے تھے۔ اور مزید کمال کی بات یہ ہے کہ تاریخ میں جتنے مشرکین مقتولین کے نام ملتے ہیں اُن کی اکثریت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں سے واصلِ جہنم ہوئی۔ آپ کے دِن روزہ رکھ کر ذوالفقارِ حیدری لے کر گرمی، سردی سے بے نیاز ہو کر میدانِ جہاد میں اور راتیں رب تعالیٰ کے حضور مصلے پر گزرتی تھیں۔ یعنی جہاد بالنفس میں بھی آپ غازی اعظم ہیں۔ شاید اِسی لئے شاعر نے کہا:

مدینہ و نجف و کربلا میں رہتا ہے
دِل ایک طرح کی آب و ہوا میں رہتا ہے

اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

نذیر احمد غازی صاحب:

زیدی صاحب! ہجرت والی رات آپ نے غلامی کا حق نہیں ادا کر دیا؟

پروفیسر قمر علی زیدی صاحب:

وہ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ" ("صحیح بخاری" الرقم 15 مطبوعہ بیروت)

تم میں کوئی بھی اتنے تک مومن نہیں ہوسکتا جتنے تک میں اُس کے ماں باپ، اولاد اور تمام جہان کے لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ اگر اِس حدیث پاک کے آئینے میں ہم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِس حدیث پاک کے صحیح مصداق نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس بستر پر لیٹنے کا حکم دیا تھا وہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے لئے اُسی طرح خطرناک تھا جس طرح کے کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے لئے ناپاک عزائم بنا چکے تھے۔ لیکن اُس رات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے جان و مال اور اولاد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بستر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر لیٹ گئے اور پھر سکون کی نیند بھی اِس لئے آ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زندگی کی ضمانت دے دی تھی کہ صبح اَمانتیں

واپس لوٹا کر مدینہ طیبہ آ جانا۔ اُس رات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ گویا کہ اِس خیال سے بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ سو گئے۔ جس کا تصور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

جب حضرت مولائے کائنات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کی ہوئی سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرائیل و میکائیل علیہما السلام کو فرمایا: "أَنِّي آخَيْتُ بَيْنَكُمَا وَجَعَلْتُ عُمُرَ أَحَدِكُمَا أَطْوَلَ مِنْ عُمُرِ الْآخَرِ فَأَيُّكُمَا يُؤْثِرُ صَاحِبَهُ بِالْحَيَاةِ" میں نے تم دونوں کے درمیان مؤاخات قائم فرما دی ہے اور ایک کی عمر دوسرے کی بہ نسبت طویل کر دی ہے اب بتاؤ تم دونوں میں سے کون ایسا ہے جو اپنے ساتھی کو اپنی زندگی دے دے "فَاخْتَارَا كِلَاهُمَا الْحَيَاةَ" دونوں فرشتوں نے اپنی اپنی زندگی جینے کو پسند کیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم دونوں زمین پہ اتر جاؤ اور دیکھو آج علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنی زندگی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے بلا خوف و خطر اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بستر مبارک پر لیٹ گئے ہیں۔ اور اپنی جان کو میرے پیارے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان پر فدا کر دیا ہے۔ تم دونوں زمین پر چلے جاؤ اور جا کر دشمنوں سے اُن کی جان کی حفاظت کرو۔ چنانچہ وہ دونوں زمین پر آئے سیدنا جبرائیل علیہ السلام حضرت مولائے کائنات سلام اللہ علیہ کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور سیدنا میکائیل علیہ السلام آپ کے قدمین کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اور سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے یہ ندا کرنا شروع کر دی:

"بَخٍ بَخٍ! مَنْ مِثْلُكَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ يُبَاهِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ الْمَلَائِكَةَ" اے علی المرتضیٰ! تمہیں مبارک ہو، تمہیں مبارک ہو، آپ کی مثل کوئی نہیں بن سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کر رہا ہے۔ ﴿"أسد الغابہ" 4/87 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

نظامی صاحب! ایک دِن رسول خدا ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ سے کچھ سوالات کئے تو آپ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو اِن کے بارے میں علم نہیں ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے یہ سُن کر اپنا لعابِ دہن مبارک آپ کے دہن مبارک میں ڈال دیا اُس کے بعد آپ کہتے ہیں میرے لئے ستر جہان روشن ہو گئے۔

پروفیسر معین نظامی صاحب:

سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام خود فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے رسولِ خدا ﷺ نے یمن کے لئے قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے یمن میں فیصلے کرنے کے لئے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں حالانکہ مجھے اِس کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے علی! میرے قریب آؤ جب میں آپ ﷺ نے قریب گیا تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مبارک پھیرتے ہوئے یہ دُعا ارشاد فرمائی: "اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَلْبَهُ، وَثَبِّتْ لِسَانَهُ" اے اللہ! علی کے قلب کو فیصلہ کرنے کی ہدایت عطا فرما اور اِن کی زبان کو ثابت قدم رکھ اور آپ فرماتے ہیں: "قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے سے درخت نکالا ہے اُس کے بعد کبھی بھی کسی مقدمہ کے فیصلہ کرنے میں مجھے شک نہیں ہوا۔" ﴿"دلائل النبوۃ" 5/397 مطبوعہ بیروت﴾

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ

أَقْضَى أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ "ہم باہم چرچا کیا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ عہد قضا کا علم رکھنے والے سیدنا علی المرتضیٰ ہیں۔ حضرت سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو یہ کہے کہ مجھ سے جو بھی سوال کرنا چاہتے ہو کرلو۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو علم کے نو حصے عطا فرمائے تھے اور دسواں حصہ علم کا جو لوگوں کو ملا اُس میں بھی آپ رضی اللہ عنہ شریک تھے۔''

﴿"جامع بیان العلم وفضلہ"الرقم:725 مطبوعہ السعودیہ،"المستدرک"الرقم 4656 مطبوعہ بیروت،"الاستیعاب"الرقم 1855﴾

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ اگر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ایک فضیلت تمام مخلوقات پر تقسیم کردی جائے تو ساری مخلوق فائدے میں رہے گی۔ ﴿"أسد الغابہ"الرقم الاحوال 3789 مطبوعہ بیروت﴾

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ کی شان بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى آدَمَ فِي عِلْمِهِ، وَإِلَى نُوحٍ فِي فَهْمِهِ وَإِلَى إِبْرَاهِيمَ فِي حِلْمِهِ، وَإِلَى يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا فِي زُهْدِهِ، وَإِلَى مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ فِي بَطْشِهِ " جسے یہ چاہت ہو کہ وہ سیدنا آدم علیہ السلام کا علم، سیدنا نوح علیہ السلام کا فہم، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا حلم، یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا زہد، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت کا مشاہدہ کرے "فَلْيَنْظُرْ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ " وہ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو دیکھ لے۔ ﴿"أسد الغابہ"42/313 مطبوعہ بیروت﴾

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو فاتحِ خیبر قرار دے کر سندِ محبت عطا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: ”کل میں یہ جھنڈا اُس شخص کو عطا فرماؤں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اُس کا پیارا رسول اللہ ﷺ اُس سے محبت کرتے ہیں۔“ لوگوں نے رات اِس خواہش میں گزاری کہ صبح جھنڈا کس کو عطا کیا جائے گا۔ پس جب دوسرے دن صبح ہوئی تو ہر شخص اِس اُمید کے ساتھ حاضر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اُسے جھنڈا عطا فرمائیں گے: ”فَقَالَ أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ“ اچانک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ اُن کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ ارشاد فرمایا اُنہیں میرے پاس لے آؤ۔ پس جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے اُن کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگا کر دُعا فرمائی تو سیدنا علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ فوراً تندرست ہو گئے۔ یہاں تک کہ پھر کبھی بھی اُن آنکھوں میں درد محسوس نہیں ہوا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں جھنڈا عطا فرمایا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہرو جب تم اُن کے مدِّ مقابل پہنچنا تو اُن کو اِسلام کی دعوت دینا اور اُنہیں اُس حق کی خبر دینا جو اللہ تعالیٰ کا اُن پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے سے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے گا تو تمہارے لئے وہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

﴿”صحیح بخاری“، الرقم: 4210 مطبوعہ بیروت﴾

اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو سند عطا فرما دی کہ اے علی تم سے اللہ تعالیٰ بھی پیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول اللہ ﷺ بھی پیار کرتے ہیں۔

نذیر احمد غازی صاحب:

زیدی صاحب: آسمان کا سورج غروب ہو رہا تھا اور ہدایت کا سورج سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ کی گود میں تشریف فرما ہے جو نہ تو کبھی غروب ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے جیسا کہ سیدنا علی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کیا خبر کتنے تارے کِھلے چُھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک شاعر کہتے ہیں۔

زمیں پر عرشِ اعظم کے نشان معلوم ہوتے تھے
علی کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے

کیا واقعی آسمان کا سورج ہدایت کے سورج کے اشارے سے واپس آ گیا تھا؟

پروفیسر قمر علی زیدی صاحب:

سیدہ اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا اس روایت کو بیان کرتی ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ انور اپنے زانو پہ رکھے ہوئے تھے تو اُدھر عصر کی نماز کا وقت ختم ہو رہا تھا تو سیدنا علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ اِس فکر میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں اور عصر کی نماز کا وقت بھی ختم ہو رہا ہے لیکن اُن کے ایمان اور محبت نے یہ فیصلہ کیا کہ نماز جاتی ہے تو چلی جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے۔ سیدنا علیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مولا علی رضی اللہ عنہ نے واری تیری نیند پر نماز
وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

اب ادھر سورج غروب ہو چکا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَلِیًّا کَانَ فِیْ طَاعَتِکَ وَ طَاعَةِ رَسُوْلِکَ فَارْدُدْ عَلَیْهِ الشَّمْسَ "یا اللہ! بیشک علی تیری تابعداری میں تھا اور تیرے رسول ﷺ کی تابعداری میں تھا پس تو سورج کو واپس لوٹا۔ سیدہ اسماءؓ فرماتی ہیں: ''میں نے دیکھا سورج غروب ہو چکا تھا اور میں نے دیکھا غروب ہونے کے بعد طلوع ہوا۔''

﴿''المعجم الکبیر'': الرقم 390 مطبوعہ بیروت﴾

کتب حدیث میں اِس واقعے سے متعلق کثیر تعداد میں روایات وارد ہوئی ہیں جن سے یہ واقعہ ایک مسلمہ حیثیت کا حامل ہو جاتا ہے۔

---: سلام بحضور سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام :---

السلام اے مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا

السلام اے بابِ شہرِ علم تاج اولیاء

السلام اے حیدرِ کرار اے خیبر شکن

السلام اے ماہِ عالمتاب کی نوری کرن

السلام اے تاجدارِ ہل اتی تم پر سلام

السلام اے جسم وجانِ مصطفیٰ ﷺ تم پر سلام

السلام اے نور احمد ﷺ سے فروزاں تیری ذات

السلام اے مرتضیٰ حق نے بنائی تیری بات

السلام اے مرتضیٰ تو وارث سرکار ہے

السلام اے مرتضیٰ تو واقف اسرار ہے

السلام اے مرتضیٰ ایمان کا ہے معیار تو

السلام اے مرتضیٰ ساجدؔ کا ہے غمخوار تو

پروگرام صبح نور

مورخہ: 18-07-2016

موضوع: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: علامہ منیر احمد یوسفی صاحب

علامہ سلیم اللہ اویسی صاحب

علامہ ذوالفقار مصطفیٰ ہاشمی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

دنیا کا کوئی ادارہ، یونیورسٹی یا مصلح یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اُس کے سٹوڈنٹس یا پیروکاروں میں سے تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے سوائے ایک ہستی کے اور وہ ہستی حضور سید الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہستی پاک ہے جن کے اصحاب میں ہر ایک ہدایت کا مینارہ ہے۔ حدیث پاک کا جب بھی ذکر آئے گا تو علم حدیث کا ادنیٰ سا طالب علم بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو نہیں بھول پائے گا آپ رضی اللہ عنہ نے جتنا عرصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ گزارا اُس عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جتنی احادیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اُتنی کسی بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی نہیں ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اتنے جلیل القدر بزرگ ہیں کہ چار سو سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا زہد وتقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی اِس حد تک تھی کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے آکر عرض کیا کہ میری سہیلیاں مجھے طعنہ دیتی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس زیور نہیں ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اپنی سہیلیوں کو کہو کہ میرے والد کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ اِن زیورات کی وجہ سے کہیں جہنم کا زیور نہ پہننا پڑ جائے۔'' («تاریخ دمشق» الرقم 18895 مطبوعہ بیروت)

علامہ یوسفی صاحب! سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف کروادیں۔

علامہ منیر احمد یوسفی صاحب:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیدائشی نام عبدالشمس تھا جب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ اعلانِ نبوت سے تقریباً چھ سال پہلے یمن میں پیدا ہوئے بچپن میں یتیم ہو گئے تھے اور پھر جب اُنہیں

نبی کریم ﷺ کے بارے میں پتہ چلا تو شوقِ دیدار کے لئے سیدنا طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کے قافلے ہمراہ جب مَدِیْنَۃُ الْمُنَوَّرَہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا پہنچے تو پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ تو خیبر میں تشریف فرما ہیں۔ پھر یہ آپ ﷺ کے پیچھے خیبر میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا۔

جب دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے تو اُس کے بعد تقریباً تین یا چار سال تک آپ ﷺ کے ساتھ رفاقت رہی لیکن اِس عرصہ میں نبی کریم ﷺ سے جدا نہیں ہوئے صفہ پہ بیٹھ کر نبی کریم ﷺ سے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کی نبی کریم ﷺ جو بھی حدیث پاک بیان فرماتے تھے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اُسے یاد کرلیا کرتے تھے۔ کتب احادیث میں دو قسم کے واقعات ملتے ہیں ایک یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں خود عرض کیا: ''إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنْسَاهُ'' آپ ﷺ سے بہت سی احادیث سُن کر بھول جاتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا: ''اُبْسُطْ رِدَاءَكَ'' اپنی چادر بچھاؤ۔ تو حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی چادر بچھا دی تو پھر کیا ہوا: ''فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ'' آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بنایا اور (میری چادر میں ڈال دیا) فرمایا کہ (چادر کو) لپیٹ لو، میں نے چادر کو (اپنے بدن پر) لپیٹ لیا ''فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدَهُ'' پھر (اِس کے بعد) میں کوئی چیز نہیں بھولا۔ ﴿صحیح بخاری''الرقم 119 مطبوعہ بیروت﴾

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دِن خود فرمایا: ''آج جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے گا یہاں تک کہ میں اپنی گفتگو ختم کرلوں پھر وہ کپڑا اسمیٹ لے تو اُسے میرے ارشادات یاد ہوجائیں گے، آج کے بعد وہ کچھ نہیں بھولے گا۔ تو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی چادر پھیلا دی حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی گفتگو مکمل فرمائی تو میں نے اُسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا پس اُس کے بعد سے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی ارشاد نہیں بھولا۔ ﴿"صحیح بخاری" الرقم 2047 مطبوعہ بیروت﴾

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث پاک کی اتنی خدمت کی ہے کہ سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث پاک پر مشتمل جو کتاب مُسند تیار کی ہے اُس کی دوسری جلد مکمل سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث پر مشتمل ہے۔اِس جلد میں تقریباً تین ہزار تین سو اٹھہتر 3378 احادیث ہیں۔لیکن حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات پانچ ہزار سے اوپر ہیں۔

نذیر احمد غازی صاحب:

علامہ اویسی صاحب! سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا اور دوس قبیلے کی دینی خدمات پر کچھ ارشاد فرمائیں؟

علامہ سلیم اللہ اویسی صاحب:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا دَوسی قبیلے کے ساتھ تعلق تھا اسی قبیلے کے ایک بہت بڑے شاعر اور شریف النفس انسان حضرت طفیل بن عمرو دَوسی رضی اللہ عنہ جب یمن سے مکہ مکرمہ آئے تو مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اِس سے کہا کہ تم بہت بڑے شاعر اور جہاں دیدہ انسان ہو لیکن یہ معاذ اللہ جادوگر ہیں تم کہیں اِن کی باتوں میں نہ آجانا۔حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اُن کی بیہودہ باتوں کو سُن کر اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ میں اُن کے قریب جاؤں بھی تو اُن کی آواز مجھے سُنائی نہ دے لیکن ایک دن میں صحنِ کعبہ میں گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قرآن کی تلاوت فرمارہے تھے اللہ تعالیٰ نے بے اختیار مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سُنادی جب میں نے زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پاک کی تلاوت سُنی تو میرے دِل کی دنیا بدل گئی جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانۂ اقدس کی طرف چلے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل پڑا گھر جا کر عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی باتیں اور کلام سننے سے پرہیز کرتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے سُنادیں آپ نے جس کلام کی تلاوت کی وہ میری روح میں اُتر گیا اِس لیے آپ مجھے دینِ اسلام کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اوپر اسلام پیش فرمایا تو میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا پھر میں نے عرض کیا: ''یَانَبِیَّ اللّٰہِ إِنِّی امْرُؤٌ مُطَاعٌ فِی قَوْمِی وَأَنَا رَاجِعٌ إِلَیْھِمْ وَدَاعِیْھِمْ إِلَی الْإِسْلَامِ '' اے اللہ کے نبی! میں اپنی قوم میں امیر مانا جاتا ہوں، اپنی قوم کے پاس جا کر انھیں دین اسلام کی تبلیغ کروں گا۔ اِس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کوئی ایسی نشانی عطا فرمادیں جسے دیکھ کر لوگ دین اسلام کی طرف کھینچے چلے آئیں۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَہُ آیَۃً'' یااللہ طفیل دوسی کو دین اسلام کی صداقت کی نشانی عطا فرما۔ لٰہذا جب میں یہ دُعا لے کر چلا اور اپنی قوم کی طرف چلا، تو فرماتے ہیں: ''حَتّٰی إِذَا کُنْتُ بِثَنِیَّۃٍ تُطْلِعُنِی عَلَی الْحَاضِرِ وَقَعَ نُورٌ بَیْنَ عَیْنَیَّ مِثْلُ الْمِصْبَاحِ'' حتی کہ میں جب اُس مقام (ثنیہ) پر پہنچا جہاں سے سب لوگ مجھے دیکھ سکتے تھے اللہ تعالیٰ نے میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی طرح روشنی پیدا فرمادی جب وہ روشنی ظاہر ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: ''اَللّٰھُمَّ فِی غَیْرِ وَجْھِی '' یااللہ اِس نور کو کسی اور مقام میں

ظاہر فرمادے۔ میرے دُعا کرتے ہی وہ نور میرے کوڑے کے نوک میں اُتر آیا اور لوگوں کو ایک قندیل کی مانند چمکتا ہوا نظر آنے لگا اِس نشانی کو دیکھتے ہوئے میرے والد اور بیوی فوراً مسلمان ہو گئے اور پھر کچھ دیر کے بعد میرے قبیلے والے بھی ایمان لے آئے۔ پھر میں اُس وقت مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آیا جب رسول اللہ ﷺ بدر، اُحد اور خندق کے معرکے سَر کر چکے تھے۔ ﴿"السیرۃ النبویہ ابن ہشام" 1/382,384 مطبوعہ مصر﴾

اِنھیں کے ساتھ غالِباً حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے حلقۂ غلامی میں داخل ہو گئے۔ آپ تورات کے بھی عالم تھے اور آپ رضی اللہ عنہ سے جتنی بھی احادیث روایت ہیں جرح وتعدیل کے حوالے سے اُن پر کسی نے اُنگلی نہیں اُٹھائی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی دُعا سے ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں: "كُنْتُ أَدْعُو أُمِّي إِلَى الْإِسْلَامِ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ" میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا وہ مشرکہ تھی۔ ایک دن میں نے اس سے مسلمان ہونے کے لیے کہا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں وہ بات سنائی جو مجھ کو ناگوار گزری، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا روتا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا وہ نہ مانتی تھی، آج اس نے آپ ﷺ کے حق میں وہ بات مجھ کو سنائی جو مجھے ناگوار ہے، تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب ہو: "اَللّٰهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ" یا اللہ! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمایا۔ اس دعا کے بعد آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں خوش ہو کر وہاں سے چلا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے طفیل جب میں گھر پر آیا اور دروازے

پر پہنچا تو وہ بند تھا۔ ''فَسَمِعَتْ أُمِّي خَشْفَ قَدَمَيَّ'' میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سنی اور بولی ذرا ٹھہر جا! میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی۔ میری ماں نے غسل کیا اور اپنا کرتا پہنا اور جلدی سے اوڑھنی اوڑھی پھر دروازہ کھولا اور بولی: ''يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ'' اے ابوہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ کوئی برحق معبود نہیں ہے سوا اللہ تعالیٰ کے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں خوشی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روتا ہوا آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت مل چکی ہے۔ فرماتے ہیں میں پھر عرض کیا:

''يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يُحَبِّبَنِي أَنَا وَأُمِّي إِلَى عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ وَيُحَبِّبَهُمْ إِلَيْنَا'' یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ جل شانہ سے دعا کیجئے کہ میری اور میری ماں کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دے اور اُن کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هَذَا يَعْنِي أَبَا هُرَيْرَةَ وَأُمَّهُ إِلَى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِينَ وَحَبِّبْ إِلَيْهِمِ الْمُؤْمِنِينَ فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ يَسْمَعُ بِي وَلَا يَرَانِي إِلَّا أَحَبَّنِي'' ﴿صحیح مسلم، الرقم: 2491 مطبوعہ بیروت﴾

یا اللہ! اپنے بندے کی یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی ماں کی محبت اپنے مؤمن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور مؤمنوں کی محبت اِن کے دلوں میں ڈال دے۔ پھر کوئی مؤمن ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے اس فرمان کو سنا ہو یا مجھے دیکھا ہو مگر اُس نے مجھ سے محبت نہ کی ہو۔

نذیر احمد غازی صاحب:

علامہ ہاشمی صاحب! آپ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کیسی تھی؟

علامہ ذوالفقار ہاشمی صاحب:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ساتھ بہت زیادہ پیار تھا آپ رسول اللہ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا حسین کوئی نہیں دیکھا کہ سورج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور میں گردش کر رہا ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کو تیز چلتے ہوئے نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لپیٹ دی گئی ہو۔'' ﴿"جامع ترمذی"،الرقم:3648مطبوعہ مصر﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے ساتھ اِس قدر قلبی شغف تھا ایک بار آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: ''مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش سے کون زیادہ حصہ پائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ'' اے ابوہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تجھ سے پہلے کوئی مجھ سے یہ بات نہیں پوچھے گا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تجھے حدیث کی بڑی حرص ہے، سن: ''أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ'' قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ بہرہ مند وہ شخص ہوگا جس نے اپنے دل یا خلوص نیت سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا ہوگا۔ ﴿"صحیح بخاری"،الرقم:6570مطبوعہ مصر﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

علامہ یوسفی صاحب! سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اصحاب صفّہ میں سے تھے؟

علامہ منیر احمد یوسفی صاحب:

اصحابِ صُفّہ رضی اللہ عنہم میں سے سب سے زیادہ غریب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے آپ کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا یہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں رہتے اتنے خوددار ہو گئے تھے کہ کسی سے کچھ مانگ کر کھاتے نہیں اِن کے دِل کی حالت اور چہرے کے آثار دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پتہ چل جاتا تھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھوک لگ گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو لنگرِ مصطفوی عطا فرمادیا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''اللہ جل شانہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں بھوک کی وجہ سے پیٹ کے بل لیٹ جاتا تھا اور بھوک کی شدت کے باعث پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔

ایک دن میں لوگوں کی عام گزرگاہ پر بیٹھ گیا تو میرے پاس سے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گزرے، میں نے اُن سے قرآن کریم کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا اور میرے سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلاتے، لیکن وہ جواب دے کر چلے گئے اور ایسا نہ کیا۔ پھر میرے پاس حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ گزرے تو میں نے اُن سے بھی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا اور سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلاتے لیکن وہ بھی جواب دے کر چلے گئے اور کچھ نہ کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس سے تشریف لے جارہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا تو تبسم فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے دل کی خواہش اور چہرے کی حالت جان گئے اور ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں حاضر ہوں، فرمایا: آؤ! چناں چہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اندر گھر میں تشریف لے گئے۔ پھر میں نے اجازت چاہی اور مجھے اجازت ملی۔

جب آپ ﷺ داخل ہوئے تو ایک پیالے میں دودھ ملا۔ دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ کہا فلاں یا فلانی نے آپ ﷺ کے لیے تحفہ میں بھیجا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! فرمایا، اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بھی میرے پاس بلالاؤ، فرمایا: ''وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ إِلَى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلَى أَحَدٍ، إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا''

اہل صفہ اسلام کے مہمان ہیں، وہ نہ کسی کے گھر پناہ ڈھونڈھتے، نہ کسی کے مال میں اور نہ کسی کے پاس! جب نبی کریم ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو آپ ﷺ اسے اِنہیں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ رکھتے۔ البتہ جب آپ ﷺ کے پاس تحفہ آتا تو انہیں بلوا بھیجتے اور خود بھی اس میں سے کچھ کھاتے اور انہیں بھی شریک کرتے۔ چنانچہ مجھے یہ بات ناگوار گزری اور میں نے سوچا کہ یہ دودھ ہے ہی کتنا کہ سارے صفہ والوں میں تقسیم ہو، اِس کا حقدار میں تھا کہ اسے پی کر کچھ قوت حاصل کرتا۔ جب صفہ والے آئیں گے تو نبی کریم ﷺ مجھ سے فرمائیں گے اور میں اُنہیں اسے دے دوں گا۔ مجھے تو شاید اس دودھ میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حکم برداری کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت پہنچائی، وہ آگئے اور اجازت چاہی۔ انہیں اجازت مل گئی پھر وہ گھر میں اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: ''خُذْ فَأَعْطِهِمْ'' اس پیالہ کو

لواوراسے اِن سب حاضرین کودے دو۔آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے پیالہ پکڑلیا اورایک ایک کودینے لگا۔ایک شخص دودھ پی کرجب سیراب ہوجاتاتو مجھے پیالہ واپس کر دیتاپھردوسرے شخص کودیتاوہ بھی سیراب ہوکرپیتاپھرپیالہ مجھ کوواپس کردیتااوراسی طرح تیسراپی کرپھرمجھے پیالہ واپس کردیتا۔اس طرح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچالوگ پی کر سیراب ہوچکے تھے۔آخرمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیالہ پکڑااوراپنے ہاتھ پررکھ کرآپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میری طرف دیکھااورمسکراکرفرمایا:ابوہریرہ!میں نےعرض کیا:لبیک یارسول اللہ! فرمایا:''بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ''اب میں اورتم باقی رہ گئے ہیں۔میں نےعرض کیا: یارسول اللہ!آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سچ فرمایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایابیٹھ جاؤاورپیو۔میں بیٹھ گیااورمیں نے دودھ پیااورنبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برابرفرماتے رہے کہ اورپیوآخرمجھے کہنا پڑا:''لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا''نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوحق کے ساتھ بھیجاہے،اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا،پھرمجھے دے دو،میں نے پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کودے دیاتورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کی حمدبیان کی اوربسم اللہ پڑھ کربچاہواخودپی گئے۔ («صحیح بخاری»الرقم:6452مطبوعہ مصر)

اس لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بجافرمایا:

کیوں جناب بوہریرہ رضی اللہ عنہ کیساتھاوہ جام شیر

جس سے ستّر صاحبوں کا دودھ سے مُنہ پھر گیا

سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ کواللہ تعالیٰ نے جوعلم حدیث کی لازوال دولت عطافرمائی تھی اُسکی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ نے جب زیادتی علم کی دُعامانگی تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی دُعاپہ آمین فرمایا۔سیدنازیدبن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔میں اورابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور

ایک شخص (کوئی اور تھا) ایک دن ہم مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہے تھے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا: اپنا دعا وذکر کا کام جاری رکھو۔ حضرت زید ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اور میرے دوسرے ساتھی نے دعا کی تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری دعا پر آمین کہی۔ پھر حضرت ابوہریرہ ؓ نے یہ دعا کی:

''اے اللہ میں اس چیز کا بھی سوال کرتا ہوں جس کا میرے ساتھیوں نے کیا اور مزید مجھے ایسا علم عطا فرما جو کبھی نہ بھولے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے آمین فرمائی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم بھی ایسے علم کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں جو کبھی نہ بھولے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوسی جوان (اشارہ حضرت ابوہریرہ ؓ کی طرف تھا) تم دونوں سے سبقت لے گیا۔ ﴿"سنن النسائی"،الرقم:5839 مطبوعہ بیروت﴾

حضرت ابوہریرہ ؓ کی کثرت روایت کی وجہ سے بعض لوگوں کے دِلوں میں کچھ شکوک وشبہات پیدا ہوگئے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مروان نے امتحان کی غرض سے آپ ؓ کو بلوایا۔ مروان نے اپنے کاتب أبو الزعيزعة کو اپنے تخت کے پیچھے بیٹھا دیا۔ أبو الزعيزعة کہتے ہیں کہ ابوہریرہ ؓ حدیثیں بیان کرتے رہے اور میں لکھتا رہا۔ مروان نے پھر سال کے شروع میں حضرت ابوہریرہ ؓ کو دوبارہ بلوایا اور مجھے پردہ کے پیچھے بیٹھایا، اُنہیں حدیثوں کے دوبارہ سنانے کی فرمائش کی: ''فَمَا زَادَ وَلَا نَقَصَ وَلَا قَدَّمَ وَلَا أَخَّرَ'' آپ نے اسی ترتیب سے سنائیں، کمی کی نہ زیادتی، مقدم کو موخر کیا نہ موخر کو مقدم، تو میں نے حافظہ کی تصدیق کردی۔ ﴿"سیر اعلام النبلاء"،الرقم:2/598 مطبوعہ بیروت﴾

اور جب آپ ؓ کا وصال ہونے لگا تو آپ رونے لگے کسی نے پوچھا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: ''میں تمہاری اس دنیا چھوڑنے پر نہیں بلکہ اپنے سفر کے طویل اور زادِراہ کے قلیل ہونے کی وجہ سے اشک بہا رہا ہوں۔'' ﴿"الطبقات الکبریٰ"،الرقم:520 مطبوعہ بیروت﴾

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درُود اُن کے اصحابؓ و عترتؑ پہ لاکھوں سلام

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درُود اُن کے اصحابؓ و عترتؑ پہ لاکھوں سلام

پروگرام صبح نور

مورخہ: 19-08-2016

موضوع: قلزمِ سخاوت سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: پیر قمر الشکور احمد صاحب

علامہ عین الحق بغدادی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایت کے وہ روشن ستارے ہیں کہ جن میں سے ہر ایک کی اپنی روشنی اپنی خوشبو اور اپنا رنگ ہے لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی امتیاز عطا فرمایا ہے۔ کسی کو شجاعت کسی کو عدالت کسی کو حکمت اور کسی کو اِنکساری کی عظیم دولت عطا فرمادی۔ لیکن ایک صحابی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی امتیازی شان اور عظمت عطا فرمائی ہے جن کی عظمت اور امتیازی شان میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم جسامت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو۔" یقیناً اُن کی عظمت کے لیے یہ بہت بڑا انعام ہے۔ حضرت جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کے نورِ نظر، حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بہت ہی دانشمند و حلیم، نہایت ہی علم و فضل والے اور بہت ہی پاکباز و پرہیز گار تھے اور سخاوت میں تو اس قدر بلند مرتبہ تھے کہ ان کو "بَحْرُ الْجُوْدِ" (سخاوت کا دریا) اور "اَسْخَی الْمُسْلِمِیْنَ" (مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخی) کہتے تھے۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ قُلزم سخاوت تھے۔

پیر صاحب! سیدنا عبداللہ بن جعفر طیّار رضی اللہ عنہما کا مختصر تعارف پیش فرمادیں۔

پیر قمر الشکور احمد صاحب:

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا شمار اِسلام کی اُن عظیم اور خوش قسمت ہستیوں میں ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کثیر الجہت عظمت کی نسبتیں عطا کی تھیں جن کے والد گرامی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے سیدنا جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہما کو دو پَر عطا فرمائے ہیں جن کے ساتھ وہ جنّت میں اُڑ کر جہاں چاہیں چلے جاتے ہیں" سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کو

فرمایا: ''ہمارے نبی علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل نبی علیہ السلام ہیں اور وہ آپ کے اَبّا جان ہیں اور ہمارے شہید تمام شہداء سے افضل ہیں اور وہ آپ کے ابّا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں'' ''وَمِنَّا مَنْ لَهُ جَنَاحَانِ يَطِيرُ بِهِمَا فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ أَبِيكِ جَعْفَرٌ'' («المعجم الصغیر طبرانی» الرقم: 94 مطبوعہ بیروت)

ہم میں سے ہی ہے وہ شخص جس کے دو پَر ہیں جن کے ساتھ وہ جنّت میں جہاں چاہتے اُڑ کے چلے جاتے ہیں اور وہ آپ کے اَبّا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا کے بیٹے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم میں سے ہی اِس اُمّت کے دو سبط سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین علیہما السلام ہیں اور وہ آپ کے بیٹے ہیں اور سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی ہم میں سے ہیں۔

نذیر احمد غازی صاحب:

بغدادی صاحب! کیا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی شان کے بارے میں کچھ ملتا ہے؟

پروفیسر عین الحق بغدادی صاحب:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ایک روایت لائے ہیں جس میں ہے کہ آپ کے والد گرامی جناب حضرت سیدنا جعفر طیّار رضی اللہ عنہ جب غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے آئے اور آپ کے بچوں اپنے پاس بُلایا جب محمد بن جعفر اور جناب عبداللہ رضی اللہ عنہما پاس آئے تو آپ فرماتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''أَمَّا مُحَمَّدٌ فَشَبِيهُ عَمِّنَا أَبِي طَالِبٍ، وَأَمَّا عَبْدُ اللهِ فَشَبِيهُ خَلْقِي وَخُلُقِي'' یہ محمد (بن جعفر رضی اللہ عنہما) میرے چچا جان ابو طالب کے مشابہ ہے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ جسامت میں اور

خُلق میں میرے مشابہ ہے۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "اَللّٰھُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِیْ أَهْلِهٖ وَبَارِكْ لِعَبْدِ اللهِ فِیْ صَفْقَةِ يَمِيْنِهٖ" اے اللہ! انھیں ان کے گھر والوں کے لیے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بنا اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مالِ تجارت میں برکت عطا فرما یہ الفاظ تین بار فرمائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "أَنَا وَلِيُّهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" دنیا وآخرت میں، مَیں اِن کا مددگار رہوں۔ «"مسند احمد" الرقم:279 مطبوعہ بیروت»

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی تجارت میں برکت کی دُعا فرمائی اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُس وقت بھی معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اِنھیں تاجرانہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

پورے عرب میں دس لوگ سخاوت میں ایسے مشہور تھے کہ اُن جیسا کوئی سخی نہیں تھا اُن دس میں سے کوئی بھی سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے بڑا سخی نہیں تھا اور کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے جو ان کے مقامِ سخاوت تک پہنچ سکے۔ «"سبل الھدیٰ والرشاد" 11/113 مطبوعہ بیروت»

ذہبی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مروان کے پاس ایک اعرابی آیا اُس نے جب سوال کیا تو مروان نے کہا: "مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ، فَعَلَيْكَ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ" میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، سیدنا عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاؤ وہ شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو اشعار کی صورت میں عرض کرنے لگا:

أَبُوْ جَعْفَرٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ نُبُوَّةٍ
صَلَاتُهُمْ لِلْمُسْلِمِيْنَ طُهُوْرُ
أَبَا جَعْفَرٍ ضَنَّ الْأَمِيْرُ بِمَالِهٖ
وَأَنْتَ عَلٰى مَا فِيْ يَدِكَ أَمِيْرُ

أَبَا جَعْفَرٍ مَا مِثْلُكَ الْيَوْمَ أَرْتَجِي
فَلَا تَتْرُكَنِّي بِالْفَلَاوَةِ أَدُوْرُ

''اے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما آپ اہل بیت نبوت علیہم السلام میں سے ہیں جن پر صلوٰۃ پڑھنا مسلمان کی باطنی طہارت ہے۔ اے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کچھ لوگ اپنے مال کو اپنے پاس روک کر امیر ہوتے ہیں اور آپ اپنے مال کو تقسیم کر کے امیر ہو۔ اے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما آپ کی مثل سخاوت میں کون ہوگا لہٰذا اِس چٹیل میدان میں مجھے تنہا نہ چھوڑو مجھے کچھ عطا کردو۔'' یہ سُن کر سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اُسے اتنا عطا فرمایا کہ اُسکی اگلی زندگی بھی سنور گئی ہوگی۔ («سیر اعلام النبلاء'' 4/454 مطبوعہ القاہرہ»)

نذیر احمد غازی صاحب:

پیر صاحب! اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کو بے پناہ سخاوت عطا فرمائی تو کیا یہ نورِ نبوت کا اعجاز نہیں؟

پیر قمر الشکور احمد صاحب:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور پیار کا فیض ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جب ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تو وہاں پر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور ہجرتِ حبشہ کے بعد حبشہ میں مسلمانوں کے ہاں سب سے اول پیدا ہونے والا بچہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔ شاہِ حبشہ نجاشی کے ہاں اولاد نہیں تھی اُسے بیٹے کی بڑی خواہش تھی جب سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ متولّد ہوئے تو کچھ دِنوں بعد اللہ تعالیٰ نے نجاشی کو بھی بیٹا عطا فرمایا تو اُس نے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو کہا کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بیٹا عطا فرمایا ہے اِس لیے

میں اِس کا نام بھی عبداللہ رکھتا ہوں اور اپنا بیٹا کچھ دنوں کے لیے سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیا کہ آپ اِسے بھی دودھ پلا دیں تاکہ یہ بھی تمام خوبیوں اور محاسن کا جامع ہو جائے۔ سیدنا جعفر طیّار رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کے لیے آتے ہیں تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے آتے ہیں تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خیبر کی فتح عطا فرمائی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا کہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے آنے کی زیادہ خوشی ہے۔ آل سیدنا جعفر رضی اللہ عنہم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بڑا پیار تھا ایک بات میں عرض کر دوں کہ جب سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جنگ موتہ میں شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غمگین حالت میں اپنے گھر تشریف لائے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا: "اِصْنَعُوْا لِأَهْلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا" جعفر رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کے گھر والوں کے لیے کھانا بناؤ۔ اس فرمان کو ماخذ مان کر امام ترمذی فرماتے ہیں: "اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس گھر میں فوتگی ہو جائے دُکھ کی اُس گھڑی میں گھر والوں اور مہمانوں کے لیے کھانا دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنّت مبارکہ ہے۔" («جامع ترمذی» 998 مطبوعہ مصر)

نذیر احمد غازی صاحب:

پیر صاحب! کیا سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اِس حوالے سے خوش نصیب نہیں ہیں کہ آپ کا نکاح سیدہ زینب علیہا السلام کے ساتھ ہوا؟

پیر قمر الشکور احمد صاحب:

یقیناً سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اِس حوالے سے بہت زیادہ خوش نصیب ہیں

کہ آپ کا نکاح سیدہ زینب علیہاالسلام سے ہوا۔ جنہیں مخدومہ کائنات سیدہ خاتون جنت علیہاالسلام کی لختِ جگر ہونے کی وجہ سے آپ علیہاالسلام کی تربیّت پانے کا شرف بھی ملا اور ثانیٔ زہرا کا لقب بھی عطا ہوا۔ فصاحت و بلاغت اور حکمت کی دانائی آپ علیہاالسلام کو ورثہ میں سے ملی تھی۔ شہزادگان رسول حسنین کریمین علیہماالسلام پر فدا ہونے کا جو آپ علیہاالسلام کے اندر جذبہ تھا وہ تاریخ کے صفحات پر سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اور حسنین کریمین علیہماالسلام سے پیار اتنا تھا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کرتے وقت یہ شرط رکھی تھی کہ زینب علیہاالسلام حسنین کریمین علیہماالسلام سے روزانہ ملا کرے گی اور اگر سیدنا امام حسین علیہ السلام کہیں سفر پر جائیں اور زینب ساتھ جانا چاہے تو آپ اِن کو نہیں روکیں گے اور یہ اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہما نے اپنے دونوں لختِ جگر سیدنا عون و محمد رضی اللہ عنہما کو سیدنا امام حسین علیہ السلام پر قربان کر دیا۔

* ---: منقبت سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما :--- *

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی قسمت دیکھئے
تاجدارِ دو جہاں سے فیض نسبت دیکھئے
لختِ زہرا سیدہ زینب علیہاالسلام کے وہ سرتاج تھے
حیدر و حسنین علیہماالسلام سے یہ اُن کی قربت دیکھئے
اُن کو بحر الجود کا اعلیٰ لقب حاصل ہوا
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شان سخاوت دیکھئے
اُن کا ساجدؔ ہے بقیع پاک میں مدفن بنا
اُن کو حاصل ہوگئی دنیا میں جنت دیکھئے

پروگرام صبح نور

مورخہ: 17-09-2016

موضوع: حواریٔ رسول سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: علامہ منیر احمد یوسفی صاحب

علامہ مفتی محمد سعید رضوی صاحب

پروفیسر بشارت صدیق ہزاروی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجومِ ہدایت تھے اور اِن نجومِ ہدایت میں سے بعض اپنے خصائص کے اعتبار سے بہت ممتاز تھے۔ اُن کے فضائل اور مناقب بیان کرنا ناممکن ہے۔ اُن میں سے ایک بہت بڑا نام حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ السابقون الاوّلون کے ساتھ عشرۂ مبشرہ میں شامل تھے۔ ناموسِ رسالت ﷺ کے ایسے پاسبان کہ غزوۂ اُحد میں اِن کے جسم پر اکتیس زخم لگے اور ایک پاؤں پر ایک زخم اتنا گہرا لگا کہ ساری زندگی اُس کی وجہ سے لنگڑا کر چلتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے تصدق سے اِن کے ہاتھوں میں اتنی برکت عطا فرمائی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے کہ اگر مٹی کو ہاتھ لگاؤں تو اُسے کے نیچے سے بھی سونا نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں متعدد بار ایسا ہوا کہ ایک ایک ہزار اونٹ مال کے لدے ہوئے جب مدینہ طیبہ کے بازار میں آیا تو لوگوں میں شور بپا ہو گیا کہ آج تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا اتنا مال آیا ہے کہ ہر کوئی جی بھر کر خریدے گا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فرماتے ہوئے سارا مال صدقہ کر دیا کہ میں نے آج جس ہستی سے سودا کیا ہے اُس سے زیادہ قیمت کوئی نہیں ادا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اتنا مال عطا فرمایا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد جب ورثاء نے مال کو تقسیم کرنا چاہا تو سونے کے اینٹوں کو کلہاڑے سے حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ایک بہت بڑا باغ جو اُس وقت کروڑوں کی مالیت کا تھا وہ اُمّھات المومنین رضی اللہ عنہن کو ہدیہ کر دیا تھا۔

یوسفی صاحب! سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف فرما دیں۔

علامہ منیر احمد یوسفی صاحب:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اصحاب فیل کے واقعہ سے 10 سال بعد میں پیدا ہوئے۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام "عمرو" یا "عبدالکعبہ" تھا لیکن جب اسلام لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن کا نام "عبدالرحمٰن" رکھ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اور اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

رضوی صاحب! سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی شخصیت کتنی عظیم تھی؟

مفتی محمد سعید احمد رضوی صاحب:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا ہر پہلو ہی حسین تھا اگر آپ رضی اللہ عنہ کو اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے دیکھا جائے تو آپ کی زندگی میں ہمیں بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک فرمان ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا آپ نے اپنی ازواج سے فرمایا: "میرے بعد جو شخص تمہارا خیال رکھے گا وہ صادق اور بہت بڑا نیک بھی ہوگا پھر فرمایا: "اَللّٰھُمَّ اسْقِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ مِنْ سَلْسَبِیْلِ الْجَنَّۃِ" اے اللہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنت کے چشموں سے پانی پلا۔ («مسند احمد» الرقم 26559 مطبوعہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت کے لیے اگرچہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت تیار رہتے تھے اور اُن کے لیے بیت المال سے وظیفہ بھی مقرّر تھا لیکن سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی مدد آپ کے تحت اُمّہات المومنین رضی اللہ عنہن کی ضروریات کو پورا فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ اُن کے لیے حج اور پردے

کے انتظامات اور اُن کے لئے کجاوے کَسنا یہ ساری آپ رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ صاحبِ دار الہجرتین بھی ہیں آپ نے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

نذیر احمد غازی صاحب:

ہزاروی صاحب ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں۔ کیا سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی پڑھی تھیں؟

علامہ محمد بشارت صدیق ہزاروی صاحب:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سے اعزازات سے نوازا ہے جن میں سے آپ کے لیے ایک اعزاز یہ ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی حدیث پاک کے الفاظ ہیں: ''فَصَلّٰی وَرَاءَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ'' پس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔ ﴿''سنن ابی داؤد'' الرقم 149 مطبوعہ بیروت﴾

آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے بعد خلیفہ وقت کے انتخاب کے لیے جن لوگوں کو منتخب فرمایا تھا سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اُن میں سے ایک ہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ دومۃ الجندل کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن کے سر پر خود عمامہ شریف باندھا جیسا کہ امام ابوداؤد نے نقل کیا: ''سلیمان بن خربوذ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اہل مدینہ میں سے ایک شیخ نے بتایا کہ میں نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خود عمامہ باندھا پس اُس کا شملہ آگے اور پیچھے لٹکا دیا۔ ﴿''سنن ابی داؤد'' الرقم 4079 مطبوعہ بیروت﴾

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مالدار ہونے کی سب سے بڑی وجہ جو سمجھ

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرُود اُن کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

آتی ہے وہ یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کو رزق حلال کی طلب میں حد درجے کا شوق تھا کیونکہ جب آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے اور سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے مؤاخات کا رشتہ قائم ہوا تو سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے عرض کی میری دو بیویاں ہیں میں ایک کو طلاق دیتا ہوں آپ اُن کے ساتھ عِدّت کے بعد نکاح کر لینا اور میرے پاس دو باغ ہیں ایک باغ میں آپ کو دے دیتا ہوں تو سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلَّنِيْ عَلَى السُّوْقِ" (اے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے مجھے آپ مدینہ طیبہ کے بازار کا راستہ بتا دیں۔ جب سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے بازار کا راستہ بتایا تو آپ بازار چلے گئے اور محنت کرنے لگے یہاں تک کے آپ رضی اللہ عنہ نے جب نکاح فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا دی: "بَارَكَ اللهُ لَكَ" اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے یعنی تیرے ہر معاملے میں برکت عطا فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس دُعا کی برکت سے دنیا اپنی برکتوں اور فوائد کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوگئی اور تجارتی دنیا کے اندر میری کامیابی کا عالم یہ تھا کہ میں اگر کسی پتھر کو بھی ہاتھ ڈالتا تو مجھے یقین ہوتا کہ اِس کے نیچے سونے یا چاندی کا ٹکڑا موجود ہوگا۔ ﴿"صحیح بخاری" الرقم 2049 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جنازے کو دیکھ کر فاتح مصر و شام سیدنا سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وَاجَبَلَاہُ" یعنی ایک پہاڑ جیسی شخصیت ہم سے جُدا ہوگئی۔ ﴿"أسد الغابہ" 3/:475 مطبوعہ بیروت﴾

مفتی سعید احمد رضوی صاحب! غزوہ بدر میں سیدنا معاذ اور سیدنا معوّذ رضی اللہ عنہما

نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کیا پوچھا تھا؟

مفتی محمد سعید احمد رضوی صاحب:

غزوہ بدر میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دائیں بائیں دو چھوٹے چھوٹے بچے سیدنا معاذ اور سیدنا معوّذ رضی اللہ عنہما کھڑے تھے تو آپ کے دِل میں خیال آیا کہ میرے اَطراف میں جوان یا قوی الجثہ لوگوں کو ہونا چاہئے تھا تاکہ مجھے ضرورت پڑتی تو وہ میرا ساتھ دیتے اور اگر انہیں ضرورت پڑتی تو میں اُن کا ساتھ دیتا یہ چھوٹے چھوٹے بچے میرے اَطراف میں کھڑے ہیں اب میں کفّار سے لڑوں گا یا اِن کا خیال رکھوں گا۔ بس اسی پریشانی کے عالم میں تھا کہ اُن دونوں میں سے کسی ایک نے مجھے اشارہ کر کے سوال کیا: ''اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! تمہیں اِس سے کیا کام ہے؟ اے میرے بھتیجے! اُس نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اِس کو دیکھ لیا تو میں اُس سے اُس وقت تک جدا نہیں ہوں گا حتیٰ کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر کی گئی ہے وہ مر نہ جائے۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اِس بات پر تعجب ہوا، پھر دوسرے نے مجھے اشارہ کیا، اُس نے بھی اسی طرح کہا پھر تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان گھوم رہا تھا، میں نے کہا: سنو! جس شخص کے متعلق تم نے سوال کیا تھا وہ یہ رہا۔ پس وہ دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کے جھپٹے اور اُس پر وار کیے، حتیٰ کہ اِن دونوں نے اُس کو قتل کر دیا۔ ﴿صحیح بخاری، الرقم 3141 مطبوعہ بیروت﴾

بدر کے اِس احوال اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبات سے پتہ چلا کہ جو

نبی کریم ﷺ کی شان میں گالیاں نکال کر یا نازیبا الفاظ بول کر گستاخی کا ارادہ رکھتا ہے وہ واجب القتل ہے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

مفتی صاحب حفیظ جالندھری نے اِسی مقام کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا کہ بچوں نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سُنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری ﷺ کو

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حفاظت کر رہا ہے گرد اُس کے فوج کا دستہ

تو دونوں نے جواباً کہا:

یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

میں آج دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آج اگر یہ اُمت باقی ہے تو اِس کی بقا کا راز بھی یہی ہے کہ یہ گستاخ رسول ﷺ کو برداشت نہیں کرسکتی اور گستاخِ رسول ﷺ چاہے کروڑوں محافظ بھی رکھ لے وہ بچ نہیں سکتا ایک نہ ایک دن اِس امت کا کوئی فرد اُسے ضرور واصِلِ جہنم کرے گا۔

مفتی محمد سعید احمد رضوی صاحب:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک ایسی عظیم ہستی ہیں کہ جن کی رائے کا پاس رکھتے ہوئے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا وہ فیصلہ بدل لیا جو مجلس شوریٰ میں طے پا چکا تھا۔ جب عراق پر حملہ کرنا تھا تو مجلسِ شوریٰ میں یہ بات طے ہوگئی کہ اِس لشکر کی

کمانڈ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کریں گے لیکن سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اِس سے اختلاف کرتے ہوئے دلائل دیئے اور اُن دلائل میں سے ایک دلیل یہ دی کہ اگر خدانخواستہ اسلامی لشکر کو شکست ہوجاتی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے لشکر کو شکست ہوئی ہے اور اگر آپ خود اِس لشکر کی قیادت کرتے ہیں اور اللہ نہ کرے آپ شہید ہوجاتے ہیں یا پھر شکست سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو دنیا کے نزدیک یہ سارے اسلام کی شکست تسلیم کی جائے۔ تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو دلیل کو تسلیم کرتے ہوئے اپنا فیصلہ بدل لیا۔ جب یہ طے ہوگیا کہ اب اِس لشکر کی کمانڈ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ کوئی دوسرا کرے گا۔ اب سوال یہ تھا کہ دوسرا ایسا شخص کون ہے جو اِس لشکر کی کمانڈ کرے تو اِس کا مشورہ بھی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیا کہ سیدنا سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کریں گے اور آپ ہی کے مشورہ کے مطابق عمل کیا گیا۔ ﴿"الاصابہ" 3/291,292 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

بشارت صاحب! سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سخاوت کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

علامہ بشارت صدیق ہزاروی صاحب:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا عالم یہ ہے کہ غزوہ تبوک جسے ''جیش العسرۃ'' بھی کہا جاتا ہے اِس میں مسلمانوں کی تنگی کا عالم یہ تھا کہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِس لیے واپس بھیج دیا گیا کہ سفر کے لیے سواریاں موجود نہیں تھیں۔ اس موقع پر جہاں یہ دوسرے مالدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دِل کھول کر مالی

تعاون کیا وہیں یہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بڑی خطیر رقم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے عبدالرحمٰن گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "گھر میں اِس بہتر چھوڑ کر آیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ بہتر کیا ہے؟ تو آپ نے عرض کی وہ اجروثواب چھوڑ کر آیا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے۔" اسد الغابہ میں ہے کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور اقدس میں پہلے ایک بار اپنے کل مال کا نصف حصہ چار ہزار دینار اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیئے، اِس کے بعد دو مرتبہ چالیس چالیس ہزار اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے پھر پانچ سو گھوڑے جہاد فی سبیل کے لیے دے دیئے۔ ﴿"اسد الغابہ" 3/475 مطبوعہ بیروت﴾

آپ کے ہاں مال کی اتنی فراوانی تھی لیکن اس کے باوجود بھی اُن کی خشیت الٰہی اور تقویٰ وطہارت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اِس کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے: "ایک مرتبہ آپ روزے کی حالت میں تھے اور افطار کے وقت جب کھانا پیش ہوا تو اُنھیں سیدنا مصعب بن عمیر اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہما کی یاد آگئی اور فرمانے لگے وہ دونوں مجھ سے بہت زیادہ نیک اور بہتر تھے لیکن سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو اُنھیں جس چادر سے کفن دیا گیا وہ اِس قدر چھوٹی تھی کہ اگر اُن کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کُھل جاتے اور اگر پاؤں کو ڈھانکا جاتا تو سَر کُھل جاتا تھا۔ پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی اور آسانیاں پیدا ہو گئیں یہاں تک کہ مجھے اندیشہ لاحق ہوتا ہے کہ شاید ہماری نیکیوں کی جزا ہمیں دنیا میں ہی دے دی گئی ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے اور اتنا روئے کھانا چھوڑ دیا" ﴿"صحیح بخاری" الرقم 1275 مطبوعہ بیروت﴾

مفتی سعید احمد رضوی صاحب:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سخاوت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی تو میں یہ عرض کرتا چلوں کہ بہتر یا پچھتر سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ وصال سے پہلے اپنے مال کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ پچاس ہزار دینار اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیے جائیں اور غزوہ بدر میں شریک ہونے والے جتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اِس وقت حیات ہیں اُن میں سے ہر ایک کو چار سو دینار دے دیئے جائیں (اُس وقت سو 100 بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیات تھے) اور ساتھ یہ بھی وصیّت فرمائی کہ ایک ہزار گھوڑے بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیئے جائیں اور ترکہ میں اتنا سونا تھا کہ لوگوں نے اُسے کلہاڑیوں سے کاٹا اور کاٹنے والے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اور ایک ہزار اونٹ اور 100 سو گھوڑے اور تین سو بکریاں ترکہ میں چھوڑیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں ہر ایک بیوی کو اَسی ہزار دینار ترکے سے ملے اتنی خطیر رقم اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کرتے ہوئے اِس دنیا فانی سے دارِ بقا کی طرف رخصت ہو گئے۔ یہ سب کا سب دُعائے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثمر تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا۔ («اسد الغابہ» 3/475 مطبوعہ بیروت)

*** ---: سلام بحضور سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ :--- ***

السلام اے شاہِ شاہاں عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ
السلام اے ماہِ تاباں عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نوری قدموں سے ملی تجھ کو ضیاء
السلام اے میرے سلطان عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

پروگرام صبح نور

مورخہ: 05-08-2017

موضوع: سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب

پروفیسر سعید احمد سعیدی صاحب

پروفیسر بشارت صدیق ہزاروی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

جیسے عُشاق، رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوئے کائنات میں ایسے عشاق کسی لیڈر، راہنما کو نہیں ملے۔ نبی کریم ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی جنہوں نے اپنی زبان اور تلوار سے بھی جہاد کیا۔ یہ جب زلفِ واللیل کے اسیر بنے تو بدر و حنین، اُحد، خیبر و خندق میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور جب نبی کریم ﷺ نے عمرۃُ القضاء فرمایا تو آپ جس اونٹنی پر سوار تھے اُس کی مہار اُنہوں نے تھام رکھی تھی۔

یہ وہ شخصیت ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کی تعمیر فرماتے ہوئے اینٹیں اُٹھا رہے تھے تو آپ ﷺ اِن کے لکھے ہوئے اشعار پڑھ رہے تھے۔ یہ شخصیت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے درباری نعت خوان تھے انہوں نے ایک شعر لکھا جس کا مفہوم یہ ہے۔ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ کی نبوت کے لئے کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو دلیلِ نبوت اور آپ ﷺ کی صداقت کے لئے آپ کا چہرہ انور ہی کافی تھا۔ گویا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے۔

دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے
جملہ اَوصاف سے پھر سجایا تجھے
اے اَزل کے حسین اے اَبد کے حسین
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

نوری صاحب! کیا سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ ہی تھے؟

پروفیسر اعظم نوری صاحب:

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے ساتھ ہے یعنی اِن کا تعلق اُس

دیس کے ساتھ ہے جس کے باسیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تمہارے حصے میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے ہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جب فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مالِ غنیمت تقسیم فرمایا تو انصار ناراض ہوئے نبی کریم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" کیا تم اِس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے جاؤ۔ ﴿"صحیح بخاری" الرقم 4331 مطبوعہ بیروت﴾

جیسے مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں السابقون الاوّلون ہیں ایسے ہی مَدِيْنَةُ الْمُنَوَّرَه زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا کے انصار میں السابقون الاوّلون ہیں۔ مَكَّةُ الْمُكَرَّمَه زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا کے مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو اپنے دیس میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو دولت ایمان سے فیض حاصل کیا لیکن حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دیس سے نکل کر مکہ مقدسہ میں جا کر بیعت عقبہ میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت کی تو پھر بے ساختہ پکار اُٹھے۔

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيْهِ آيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ   كَانَتْ بَدِيْهَتُهُ تَأْتِيْكَ بِالْخَبَرِ

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت پر واضح دلائل نہ بھی ہوتیں پھر بھی آپ کی صورت مبارک (سچی) خبر دینے کے لیے کافی ہوتی (کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سچے ہیں) ﴿"الاصابہ": 4/75 مطبوعہ بیروت﴾

گویا کہ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درُود اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

مجھے کہنے دیجئے کہ صورت رسول ﷺ کو سب سے بڑا خراج عقیدت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پیش کیا۔ حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کی ہے لیکن وہ تلوار کے دھنی نہیں تھے۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ امتیازی شان عطا کی تھی کہ ایک طرف اتنا نرم ونازک ذہن تھا کہ اتنے لطیف الفاظ کو اشعار کے قالب میں ڈھال لیتے تھے اور دوسری طرف اتنا بہادر دِل عطا کیا تھا کہ تین ہزار کا لشکر لے کر دو لاکھ کے ساتھ ٹکرا جاتے ہیں۔

نذیر احمد غازی صاحب:

سعیدی صاحب! سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا وہ شعر کس طرح ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ جب لوگ میرے جسدِ خاکی کے پاس سے گزریں تو وہ کہیں کہ یہ ایک غازی کا جسد پڑا ہے۔

پروفیسر سعید احمد سعیدی صاحب:

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار ابن ہشام نے نقل کئے ہیں:

لَكِنَّنِيْ أَسْأَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً ۔۔۔ وَضَرْبَةً ذَاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا

أَوْ طَعْنَةً بِيَدَيْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً ۔۔۔ بِحَرْبَةٍ تُنْفِذُ الْأَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا

حَتّٰى يُقَالَ إِذَا مَرُّوْا عَلٰى جَدَثِيْ ۔۔۔ أَرْشَدَهُ اللهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا

میں اللہ رحمان ورحیم سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور (میدان جنگ میں) ایسی ضرب کا سوال کرتا ہوں جو وسیع ہو اور جھاگ پھینک رہی ہو، یا ایسے نیزے کے وار کا سوال کرتا ہوں جو خون کے پیاسے کافر کے دونوں ہاتھوں سے لگایا گیا ہو جو نیزے پر پورا زور لگائے جو انتڑیوں اور جگر کو پار کر دے۔ یہاں تک کہ اُس وقت یہ بات کہی جائے جب میرے جسد

(یا میری قبر) کے پاس سے لوگ گزریں، (تو وہ لوگ کہیں یہ اُس کا جسد ہے) اللہ تعالیٰ نے اِسے صحیح راستہ کی راہنمائی کی اور وہ ہدایت یافتہ ہوگیا۔ ﴿"سیرت ابن ہشام": 3/374 مطبوعہ مصر﴾

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گفتگو فرمارہے تھے۔ آپ کے لب ہائے نبوت سے جواہر جلوہ افروز ہورہے تھے تو کچھ لوگ کھڑے ہوکر اپنی جھولیاں بھر رہے تھے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''اِجْلِسُوْا فَجَلَسَ مَكَانَهُ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ'' بیٹھ جاؤ! سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ راستے میں آرہے تھے ابھی مسجد میں پہنچے نہیں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان سُن کر وہیں بیٹھ گئے۔

اور ہوں گے تیری محفل سے نکلنے والے
حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب گفتگو مکمل فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خوش ہوکر اِن کے لئے دُعا فرمائی: ''زَادَكَ اللهُ حِرْصًا عَلَى طَوَاعِيَةِ اللهِ تَعَالَى وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِهِ'' (اے رواحہ!) اللہ تعالیٰ تمہارے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کے جذبے میں اضافہ فرمائے۔ ﴿"دلائل النبوۃ للبیہقی": 6/256 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عمرۃ القضاء کے لیے مکہ میں داخل ہوئے، ابن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روبرو جارہے تھے اور زبان پر یہ الفاظ تھے؟

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهِ   اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيْلِهِ
ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهِ   وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهِ

اے کفار کی اولاد! اس کے (یعنی میرے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے) راستے سے ہٹ

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرُود اُن کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

جاؤ، آج کے دن ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے جو کھوپڑی کو گردنوں سے جدا کر دے گی، ایسی مار ماریں گے جو دوست کو دوست سے غافل کر دے گی۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ ابن رواحہ! اللہ کے حرم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے تم شعر کہہ رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَلَامُهُ أَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ وَقْعِ النَّبْلِ" "اے عمر! (اسے کچھ نہ کہو) انہیں کہنے دو! اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان کفار کو اس کے اشعار نیزوں سے زیادہ سخت لگتے ہیں" («جامع الترمذی» الرقم: 2847 مطبوعہ مصر، «الاصابہ» 4/75 مطبوعہ بیروت)

پروفیسر بشارت صاحب! آپ کے شوق شہادت اور جذبہ جہاد پر روشنی ڈالیں۔

پروفیسر بشارت صدیق ہزاروی صاحب:

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے شوق شہادت اور جذبہ جہاد کا عالم یہ تھا ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: "وَكَانَ عَبْدُ اللهِ أَوَّلُ خَارِجٍ إِلَى الْغَزْوِ وَآخِرُ قَافِلٍ" جب بھی کوئی لشکر اسلام کفار کی طرف روانہ ہوتا تو سب سے اوّل آپ ہوتے اور جب لشکر واپس لوٹتا تو سب سے آخر میں آپ ہوتے تھے۔ («الاصابہ» 4/74 مطبوعہ بیروت)

بدر سے لے کر موتہ تک تمام غزوات میں آپ رضی اللہ عنہ نے پورے جوش وایمان کے ساتھ شرکت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب غزوہ احزاب سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام سے فرمایا: ''آج کے بعد کفار کو تم سے لڑنے کی ہمت نہیں ہوگی لیکن وہ تمہاری ہجو کہیں گے تو مسلمانوں کی عزت کو تم میں سے کون محفوظ رکھے گا۔ اس موقع پر فوراً حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر اپنی خدمات پیش کیں'' غزوہ موتہ میں جب حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر بنے تو مردانہ وار لڑتے ہوئے دشمنوں کی صف میں گھس گئے،

لڑتے لڑتے انگلی کٹ کر لٹک گئی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پاؤں سے دبا کر ہاتھ کھینچ کر وہ انگلی نکال پھینکی، آپ رضی اللہ عنہ نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا اور خون بھی زیادہ بہہ گیا لیکن نقاہت کے باوجود دوبادہ دشمنوں کی صف میں گھس گئے اور تلوار اور نیزے سے مقابلہ کرنے لگے۔ ﴿"الاصابہ" 4/74 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! قدرت کا حسن انتظام اور نگاہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن انتخاب دیکھئے جب مؤاخات مدینہ ہوئی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ (بن الاسود بھی معروف ہیں) کا بھائی بنایا گیا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ عظیم ہستی ہیں جب بدر کا میدان لگنے والا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ فرمایا تاکہ تمام صحابہ اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں اُس حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**يَا رَسُوْلَ اللهِ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **اِمْضِ لِمَا أُمِرْتَ بِهٖ فَنَحْنُ مَعَكَ**'' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو حکم اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا ہے بلا تأمل اس پر عمل فرمایئے۔ بخدا ہماری طرف سے ویسا جواب نہیں دیا جائے گا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دیا تھا۔ اُس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں برک الغماد (ایک مقام کا نام تھا جو مدینہ طیبہ سے بہت دور یمن میں واقع تھا یا اُس کی آبادیوں کے بالکل آخری کنارہ پر) لے چلیں گے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں گے جب تک کہ آپ فائز المرام ہوجائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو ان کی تحسین فرمائی اور دعائے خیر سے نوازا۔ تو شوق شہادت میں دونوں بھائیوں کا مزاج دیکھیں کیا

قدرت کا حسن امتزاج ہے۔ ﴿"اسد الغابہ" الرقم:50699 مطبوعہ بیروت﴾

نوری صاحب! آپ اس پر کیا کہیں گے؟

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

بالکل ایسے ہی، اسی کو تو لیڈرشپ کہتے ہیں۔ عظیم قائد ہمیشہ ایسی ہستیوں کا انتخاب کرتا ہے جو اُس کام کی اہل ہوتی ہے۔

حسن انتظام اور حسن انتخاب کی بات چل پڑی ہے تو دیکھیں جب خیبر فتح ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلیان خیبر کو واضح فرمادیا کہ اب زمین بھی اُن کی ہے اور جو بھی سونا چاندی نکلے وہ بھی اُن کا ہے۔ تب خیبر والے کہنے لگے ہم خیبر کی زمینی حالت کا اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ ہمیں اس شرط پر زمین دیں کہ اس کی نصف پیداوار آپ کو دیں گے اور نصف ہم لیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط پر اُنہیں زمین دے دی۔ جب کھجور کے توڑنے کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اُن کے پاس بھیجا کہ آپ وہاں جا کر کھجور کا اندازہ لگائیں۔ ایک بار یہودیوں نے اپنی عورتوں کا زیور جمع کیا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ کر کہنے لگے: ''هٰذَا لَكَ وَخَفِّفْ عَنَّا وَتَجَاوَزْ فِي الْقَسْمِ'' یہ سب کچھ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے ہیں اس میں سے جتنا چاہیں لے لیں مگر ہمارے ٹیکس یا محصول میں کمی کر دیں۔ اب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ''اے یہودیو! اللہ کے ساری مخلوق میں سے میں تمہیں سب سے زیادہ بُرا سمجھتا ہوں اس کے باوجود بھی میں نہیں چاہتا کہ تم پر ظلم کروں (میں عدل کروں گا) بس جو تم مجھے رشوت دیتے ہو وہ میں کبھی نہیں لوں گا وہ

(میرے لئے) حرام ہے اِس کا ہم لوگ نہیں کھاتے۔ جو ہمارا حصہ ہے وہ مجھ دیں۔ آپ کے اس عمل کو دیکھ کر اُس وقت یہودیوں (کے بڑے احبار وعلما) کہنے لگے: "بِهٰذَا قَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ" اِس وجہ سے (یعنی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے اس انصاف کی وجہ سے) اب تک آسمان اور زمین قائم ہے۔

﴿"الموطا لامام مالک"، الرقم: 2398 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار کتنے باکمال ہوا کرتے ہیں، کہتے ہیں ایک بار تو مدینہ کے اَطراف گونج اُٹھے تھے، غزوہ خندق کے موقع اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے اشعار پڑھے تھے۔ تفصیلاً بیان فرمائیں۔

پروفیسر سعید احمد سعیدی صاحب:

غزوہ خندق کے موقع پر بھی اور اس کے ساتھ ساتھ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھا۔ مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی تو اس تعمیر میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کام کیا خود اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ بھی فرماتے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَةِ فَارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

اے اللہ! بلاشبہ آخرت کا بدلہ ہی بہتر ہے۔ تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

عمرۃ القضا کے سلسلے میں مکہ میں داخل ہونے کے موقعہ پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سرکار ﷺ کی ناقہ مبارکہ کی مہار تھامی تھی۔ آپ جوشیلے اشعار پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُنہیں روکا اور جب رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا انہیں کچھ نہ کہو، کہنے دو۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسری طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بھی

دِلداری فرمادی اور فرمایا کہ اے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ یوں کہو:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، نَصَرَ عَبْدَهُ وَأَعَزَّ جُنْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ

''اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اُس نے اپنے عبد خاص کو نصرت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے اپنے محبوب کے لشکر کو عزت سے سرفراز کیا ہے اور اُس وحدہ لاشریک اللہ نے تمام لشکروں کو شکست دے دی ہے۔'' سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہ کلمات جھوم جھوم کر پڑھے۔ اُن کی آواز سے دشت وجبل گونج اٹھے اور پہاڑ میں دبکے ہوئے مشرکوں کے دل ہیبت سے کانپ اٹھے۔

﴿"طبقات ابن سعد"الرقم:2/93 مطبوعہ بیروت﴾

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شاعری میں جہاں لطافت ملتی ہے وہیں پہ انقلابیت بھی پائی جاتی ہے غزوہ خندق کے وقت سخت سردی میں جب خندق کھودی جارہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خندق سے باہر نکل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معائنہ کرنے کے لئے باہر تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لکھا ہوا یہ شعر پڑھ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

ہم نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اسلام پر بیعت کی ہے (ہم اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پہ بک گئے ہوئے ہیں، ان پر اور ان کے اسلام پر ہم قربان ہیں) جب تک ہماری جان میں جان ہے۔ راوی حدیث کہتے ہیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بحر پر جواب دیا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

اے اللہ !کوئی زندگی نہیں سوائے آخرت کی زندگی کے،مغفرت فرما انصار اور مہاجرین کی۔ ﴿"صحیح بخاری"،الرقم:2834 مطبوعہ بیروت﴾

نذیراحمدغازی صاحب:

گویا کہ وہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم یوں کہہ رہے تھے:

غلامِ مصطفیٰ بن کر میں بک جاؤں مدینے میں
اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام پر سودا سرِ بازار ہو جائے

پروفیسراعظم نوری صاحب:

ایک مرتبہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وعظ فرمارہے تھے اور اپنے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمارہے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہارے بھائی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار نہ سناؤں:

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا بِهٖ مُوْقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ

ہم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں، جب فجر کے وقت اللہ کے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو اُس وقت دو نور پھوٹ رہے ہوتے ہیں ایک نور سورج کی صورت میں مشرق سے طلوع ہورہا ہوتا ہے اور ایک نور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کے ذریعے ہمارے قلوب پر وارد ہورہا ہوتا ہے۔ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان یہ ہے کہ اُنہوں نے ہمیں گمراہی کے بعد ہدایت کا راستہ دیکھایا ہے اور ہمارے دِلوں میں ایسا یقین پیدا کردیا ہے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اُن کی زبان مبارک سے جو فرمان جاری ہوجاتا ہے وہ واقع ہوکر رہتا ہے۔ ﴿"صحیح بخاری"،الرقم:1155 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

سعیدی صاحب! سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا ذوق عبادت، زہد و تقویٰ، خشیت الٰہی کا عالم کیسا تھا؟

پروفیسر سعید احمد سعیدی صاحب:

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ذوق عبادت کا کیا کہنا۔ الاصابہ میں ہے کہ آپ کا معمول مبارک تھا: "جب گھر سے باہر جانے لگتے یا گھر واپس آتے دو رکعت پڑھنا نہ بھولتے۔" ﴿"الاصابہ" الرقم: 4694 مطبوعہ بیروت﴾

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب اپنے کسی ساتھی سے ملتے تو کہتے: "تَعَالَ نُؤْمِنُ بِرَبِّنَا سَاعَةً" آؤ! کچھ دیر اپنے رب پر ایمان لانے کی یاد تازہ کرلیں۔ ایک دن اُنہوں نے یہی بات ایک آدمی سے کہی تو وہ غصے میں آگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھئے یہ لوگوں کو آپ پر ہمیشگی کے ایمان لانے سے ہٹا کر تھوڑی دیر کے لئے ایمان کی دعوت دے رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "يَرْحَمُ اللهُ ابْنَ رَوَاحَةَ إِنَّهُ يُحِبُّ الْمَجَالِسَ الَّتِي تَتَبَاهِي بِهَا الْمَلَائِكَةُ" اللہ تعالیٰ ابن رواحہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے! وہ ایسی مجلسوں کو پسند کرتے ہیں جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔ ﴿"مسند احمد" الرقم: 13796 مطبوعہ مصر﴾

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی اِس بات سے پتہ چلتا ہے کہ تجدید ایمان بہت ضروری ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ رات کو سوتے وقت اور صبح کو اُٹھتے وقت اپنا احتساب کرتا رہے۔ جتنے تک انسان خود احتسابی کے مرحلے سے نہیں گزرتا اُس وقت نہ تو وہ اپنے لیے نفع بخش ہوسکتا

ہے اور نہ ملک وملت کے لئے۔شاید اِسی مقام کے لئے علامہ محمد اقبال نے فرمایا تھا۔

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضاء میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا احتساب
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر کیسے ایمان لائے؟

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ اور سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہما آپس میں بہت گہرے دوست تھے اور سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کی سرکردہ شخصیت تھے آپ کے خاندان کے چھوٹے چھوٹے لوگ جب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے تو سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ہر طریقے سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ اسلام قبول کرلو لیکن سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ ٹال مٹول کرتے رہے۔بالآخر ایک دن سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اِن کے گھر گئے تو یہ گھر پر نہیں تھے آپ نے اِن کی زوجہ سے پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ باہر گئے ہیں۔سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اُس کے آنے کا انتظار کر لیتا ہوں۔آپ جب اُن کے کمرے میں بیٹھے تو کپڑے میں لپٹا ہوا بُت نظر آیا آپ نے ہتھوڑا اُٹھا کر اُس بُت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ جب گھر لوٹے تو بیوی سے پتہ چلا کہ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بُت کے ساتھ یہ حال کیا ہے۔سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ پہلے تو جذبات سے اُٹھے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے

دِل میں یہ جملہ ڈال دیا اور کہنے لگے: "لَوْ كَانَ عِنْدَ هٰذَا خَيْرٌ لَدَفَعَ عَنْ نَفْسِهٖ" اگر اِس میں ذرا برابر بھی بھلائی ہوتی تو یہ اپنا دفاع خود کرتا۔ یہ سوچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آگئے اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میرے دل پر جتنے بھی پردے پڑے ہوئے تھے آج تمہارے اِس عمل نے سارے اُٹھا دیئے ہیں۔ لہٰذا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ پھر کلمہ پڑھ کر غلامی رسول میں شامل ہو گئے۔ ﴿"المستدرک حاکم"، الرقم:5449 مطبوعہ بیروت﴾

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت اور طاقت عطا فرمائی تھی کہ وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح سرائی ہی نہیں بلکہ آپ کے دشمنوں کو بھرپور اور جرأتمندانہ انداز میں جواب دیا کرتے تھے۔ دعوت اسلام اور تبلیغ دین کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں تشریف لے جاتے ایک مرتبہ آپ اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ شورزدہ زمین کی وجہ سے گردوغبار اُڑی عبداللہ بن اُبی جو کہ رئیس المنافقین تھا وہیں کہیں بیٹھا ہوا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دراز گوش کے متعلق کہنے لگا: "اِلَيْكَ عَنِّيْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ اٰذَانِيْ نَتْنُ حِمَارِكَ" مجھ سے دور کیجئے، اللہ کی قسم آپ کے حمار کی بو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو آپ نے فرمایا: "وَاللّٰهِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم أَطْيَبُ رِيْحًا مِنْكَ" اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دراز گوش کی خوشبو تجھ سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

﴿"صحیح بخاری"، الرقم:2691 مطبوعہ بیروت﴾

دو عالم نہ کیوں ہو نثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم
کہ ہے عرش منزل وقارِ صحابہ رضی اللہ عنہم

پروگرام صبح نور

مورخہ: 04-10-2017

موضوع: ذوالشہادتین سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: پروفیسر سعید احمد خان صاحب

پروفیسر عین الحق بغدادی صاحب

علامہ بشارت ہزاروی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے سارے صحابہ نجومِ ہدایت ہیں یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈا اور قلوب واذہان کو روشن ومنور کیا۔ مدینہ طیبہ کے گلی کوچے آج تک نبی کریم ﷺ کی سانسوں کی خوشبو سے مہک رہے ہیں۔ جس طرح سورج نظام شمسی کا محور ومرکز ہے اسی طرح کائنات کے نظامِ ہدایت کا محور ومرکز ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اُس انسان کی قسمت کا اندازہ کون کرسکتا ہے جس کو پیشانی مصطفیٰ ﷺ سے بوسے لینے کا شرف مِلا ہو۔ آج ہم نبی کریم ﷺ کے دامنِ پاک سے وابستہ خوشبوؤں سے معطر ایک شخصیت سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ذکرِ پاک کریں گے۔

پروفیسر سعید احمد صاحب! سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شخصیت کیسی تھی؟

پروفیسر سعید احمد خان صاحب:

سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ اُوس میں سے خاندانِ بنوخطمہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تبلیغ دین کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر مدینہ طیبہ بھیجا تھا اُس وقت سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لیا اور بنوخطمہ کے جتنے بت تھے اُن کو پاش پاش کر دیا۔ آسمانِ رشد وہدایت کا یہ چمکتا دمکتا ستارہ وہ ہے کہ جس کی تابانیوں سے تاریخ عالم کے اوراق قیامت تک جگمگاتے رہیں گے۔ سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے کو تین باتیں بہت زیادہ متاثر کرتی ہیں (1) رسالت پر وہ کامل یقین کہ جس کی کوئی انتہاء ہی

نہیں ❷ اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ پر کامل یقین ❸ اہل بیتِ اطہار علیہم السلام سے سچی محبت۔ یہ تینوں باتیں اہل ایمان کی زندگیوں میں ہمیشہ راہنمائی عطا کرتی رہیں گی۔ سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ شرف اور اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔ مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: ''سیدنا خریمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا (اِس خواب کو سُن کر) رسول اللہ ﷺ نے اُن کی طرف اپنی پیشانی کو جھکایا تو: ''فَسَجَدَ عَلٰی جَبْهَتِهٖ'' اِنہوں نے (اپنی پیشانی رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک پر رکھ کر) سجدہ کیا۔''

﴿''مسند احمد''الرقم:21885 مطبوعہ مصر﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

بغدادی صاحب! اِن کو ذوالشہاتین کیوں کہا جاتا ہے؟

پروفیسر عین الحق بغدادی صاحب:

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سواء بن حارب محاربی سے گھوڑا خریدا جب گھوڑے کا سودا ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ چلو گھر جا کر میں تمہیں اِس کی قیمت ادا کر دیتا ہوں وہ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چل پڑا آپ ﷺ ذرا جلدی چلنے لگے تو وہ آپ سے پیچھے رہ گیا راستے میں کچھ لوگ کھڑے تھے۔ جنہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ اِس نے رسول اللہ ﷺ کو گھوڑا بیچ دیا ہے۔ انہوں نے اُسے زیادہ پیسوں کی پیشکش کی تو اُس نے رسول اللہ ﷺ کو آواز دیتے ہوئے کہا کہ اگر آپ نے گھوڑا خریدنا ہے تو اِس کی قیمت جلدی ادا کرو ورنہ میں گھوڑا بیچنے لگا ہوں۔ آپ ﷺ نے اُسے پوچھا کیا میں نے گھوڑا آپ سے خرید نہیں لیا؟ اُس نے کہا اگر آپ نے

خرید لیا ہے تو اِس پر کوئی گواہ پیش کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ اب میں گواہی کے طور پر کس کو پیش کروں کیونکہ جس وقت یہ سودا طے ہو رہا تھا اُس وقت، ہم دونوں کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔ اتنے میں سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑا خرید لیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ تم کیسے گواہی دے سکتے ہو حالانکہ تم تو وہاں تھے ہی نہیں۔ سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے رب کو بھی تو آپ کے کہنے پہ مانا ہے اِس لئے کہ آپ جو بھی فرماتے ہیں حق ہی فرماتے ہیں۔

﴿"المستدرک حاکم"، الرقم:2188 مطبوعہ بیروت، "المعجم الکبیر طبرانی"، الرقم:3730 مطبوعہ القاہرہ﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

ہزاروی صاحب! سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کس پائے کی شخصیت تھے؟

پروفیسر بشارت صدیق ہزاروی صاحب:

سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اُن قابلِ قدر شخصیات میں سے ہیں جن پر اُن کے قبیلے کے لوگ بھی فخر کرتے تھے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلۂ اوس کے لوگ چار شخصیات کو نہایت ہی قابل قدر سمجھتے تھے وہ کہتے تھے:

"مِنَّا اَرْبَعَةٌ لَيْسَ فِيْكُمْ مِثْلُهُمْ" "ہم میں سے چار شخصیات ایسی ہیں کہ ہم میں اُن کا مثل کوئی نہیں ہے۔ اُن میں سے ایک سیدنا عاصم بن ثابت بن افلح رضی اللہ عنہ دوسرے سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ، تیسرے غسیل ملائکہ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ اور چوتھے سیدنا سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ

﴿"المنتظم فی تاریخ الملوک والامم"، الرقم:3/39 مطبوعہ بیروت﴾

سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے اڑتیس کے قریب احادیث روایت ہیں۔ اُن روایات

میں سے ایک روایت ایسی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تشریعی احتیارات پر دلالت کرتی ہے۔ جلیل القدر محدثین نے اپنی سند سے نقل کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن (موزوں پر مسح کرنے کی) مقرر فرمائی'' سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہٗ اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں: ''وَلَوْ مَضَى السَّائِلُ عَلٰى مَسْأَلَتِهِ لَجَعَلَهَا خَمْسًا'' اگر سوال کرنے والا سوال کرتا رہتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسافر کے لئے پانچ دن تک مدت مقرر فرما دیتے۔

﴿''سنن ابن ماجہ'' الرقم: 553 مطبوعہ بیروت، ''مسند احمد'' الرقم: 21871 مطبوعہ بیروت﴾

آپ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمرکاب رہے، غزوہ بدر میں اِن کی شمولیت میں اختلاف ہے۔

---: مناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم :---

لب پہ رہتے ہیں مناقب یوں سدا اصحاب رضی اللہ عنہم کے
تھے صحابہ مصطفیٰ کے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصحاب رضی اللہ عنہم کے
مجھ کو خوش آتی ہے یوں اِقتدا اصحاب رضی اللہ عنہم کی
سرور کون ومکان تھے مقتدا اصحاب رضی اللہ عنہم کے
بات منوانی جسے مطلوب ہو سرکار سے
واسطے دے گا بطور التجا اصحاب رضی اللہ عنہم کے
بھیک مانگی ہے سبھی اصحاب رضی اللہ عنہم نے سرکار سے
اور ہوئے ہیں اولیا سارے گدا اصحاب رضی اللہ عنہم کے

پروگرام صبح نور

بتاریخ: 23-07-2016

موضوع: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت پاک

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: علامہ منیر احمد یوسفی صاحب

پروفیسر یوسف عرفان صاحب

علامہ بشارت صدیق ہزاروی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے جیسا عشق کیا دنیا کی تاریخ میں اُس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں کچھ چیزیں بہت ہی نمایاں ہیں مثلاً جب کبھی عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے جن کا نام ذہن میں آتا ہے وہ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ اطاعت رسول ﷺ کا اگر کوئی مادی وجود ہوتا تو یقیناً اُس کا نام سیدنا "عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما" ہوتا۔ آپ ﷺ کی اِطاعت کا یہ عالم تھا کہ جس راستے اور جگہ سے رسول اللہ ﷺ گزرا فرمایا کرتے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اُسی جگہ سے گزرتے تھے، نبی کریم ﷺ اگر کسی درخت کے نیچے سے جُھک کر گزرے تو آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے جُھک کر گزرتے تھے اگر آپ ﷺ کسی جگہ گھوڑے سے نیچے اُترے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ وہاں پر ضرور نیچے اُترتے تھے چاہے وہاں اُترنے کی ضرورت نہ بھی ہوتی۔ آپ ﷺ جس جگہ مُسکراتے تھے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہاں مسکرایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اکثر طور پر ایک درخت کو پانی دیا کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِس درخت کے نیچے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ آرام فرمایا تھا اس لئے میں اسی درخت کی خدمت کرتا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پندرہ سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی۔ بدر و اُحد میں انہیں اس لئے شرکت کی اجازت نہیں ملی کیونکہ اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر گیارہ یا بارہ سال تھی لیکن صلح حدیبیہ، فتح خیبر، فتح مصر وشام، مراکش و تیونس اور الجزائر جیسے معرکوں میں شامل رہے۔ سخاوت کا عالم یہ تھا کہ اپنی زندگی میں ایک ہزار غلام آزاد کیے۔

اکیلے بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ کھانے کے وقت باہر سے کوئی نہ کوئی مہمان ساتھ لے آتے اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔

یوسفی صاحب! سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مختصر تعارف فرمادیں

علامہ منیر احمد یوسفی صاحب:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اُن خوش نصیب لوگوں میں ہیں جنہوں نے بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھا کیونکہ جونہی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ساتھ انہوں نے بھی کلمہ پڑھ لیا اور پھر ساری زندگی اپنے والد کی نگرانی میں اطاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں گزار دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کی جو بھی آیت اُترتی یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مقدس سے کوئی فرمان جاری ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ فوراً اُس پر عمل کرتے تھے، اِنتہائی عابد، زاہد اور متقی تھے، عبادت اور جہاد سے محبت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اِن سے بہت پیار فرمایا کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی فرمان بعد میں معلوم ہوتا تو کفِ لسان مَلتے ہوئے کہتے کہ میں نے اتنا ثواب عمل نہ کر کے ضائع کر دیا ہے۔ سیدنا عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ خباب رضی اللہ عنہ صاحب مقصورہ تشریف لائے اور کہا: ''اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! کیا آپ نے سنا ہے کہ جو جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ "جو جنازہ کے ساتھ اُس کے گھر سے نکلا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی پھر اس کی تدفین ہونے تک وہاں رہا تو اس کے لیے دو قیراط کا اجر ہے اور ہر قیراط احد (پہاڑ) کے برابر ہے

اور جونماز پڑھ کے لوٹ جائے تو اس کو ایک احد (پہاڑ) کے برابر ثواب ہے۔" (یہ فرمان سننے کے بعد) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول پوچھ کر آئیں۔ جو بھی اُم المومنین رضی اللہ عنہا بتائیں وہ آکر مجھے بتائیں۔ وہ گئے اور لوٹ کر آئے اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس وقت مسجد سے ایک مٹھی بھر کے کنکریاں ہاتھ میں لیں اور ان کو اُلٹ پلٹ کرنے لگے (یعنی فکر میں تھے) یہاں تک کہ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے اور کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بات کو سچا کہتی ہیں، تب (یہ سن کر) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کنکریاں ہاتھ سے زمین پر پھینک دیں پھر فرمایا: "لَقَدْ فَرَّطْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ" یقیناً میں نے بہت سارے قیراط کو ضائع کر دیا۔"

﴿"صحیح مسلم"، الرقم: 945 مطبوعہ بیروت﴾

امام بخاری، ابن سنی، ابن سعد، سخاوی، ذہبی، ابن قیم وغیرہم جلیل القدر شخصیات نے لکھا ہے کہ ایک بار دورانِ سفر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا۔ آپ نے اس وقت اپنے شریک سفر سے پوچھا کہ اس کا کیا علاج کرو، تو آپ کے ساتھ سفر کرنے والے (صحابی) نے کہا: "اُذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ" کسی ایسے محبوب کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے پیارے ہیں۔ تو آپ کی زبان مبارک پر آیا: "يَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا تھا کہ پاؤں اُسی وقت ٹھیک ہو گیا) "فَقَامَ فَمَشَى" اٹھے اور چلنا شروع کر دیا۔

﴿"الادب المفرد" 1/335 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

پروفیسر صاحب! سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اندر اتباع سنت کا جذبہ کیسا تھا؟

پروفیسر محمد یوسف عرفان صاحب:

اِتباع سنت کے حوالے سے متفقہ فیصلہ ہے کہ اِن کے دور میں مدینہ طیبہ میں اِن جیسا نہ تو کوئی عالم تھا اور نہ ہی عامل تھا، مسجد قبا میں اگر پیدل گئے ہیں تو سواری پر بھی سوار ہو کر گئے ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ مسجد قبا میں پیدل بھی تشریف لے جاتے تھے اور سواری پر سوار ہو کر بھی۔ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے غرضیکہ اپنی زندگی کے آغاز سے اختتام تک حضور ﷺ کی صحبتوں میں رہے اور اُن صحبتوں کو زندہ رکھنے میں آپ رضی اللہ عنہ کا بنیادی کردار ہے اور سب سے خاص بات یہ ہے کہ آپ عالی نسب تھے آپ کے والد گرامی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں تو والدہ جناب زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں آپ کی حقیقی بہن سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اُم المؤمنین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ میں سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہم، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ آپ کا ایک مدرسہ تھا جہاں کثیر طلباء ہر وقت موجود رہتے تھے۔ سیدنا نافع رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگرد ہیں اور پھر سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سیدنا نافع رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے ہی اِن کا مدرسہ سنبھالا۔ اس لئے سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اکثر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ احادیث و اٰثار کو نقل کرتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بڑی بڑی فتوحات میں شامل تھے، شوق جہاد کا عالم یہ تھا کہ فتح ایران، فتح مصر و شام، الجزائر، مراکش اور قسطنطنیہ جیسی فتوحات میں حصہ لیا ، جب خلافت اور قضاۃ کا عہدہ دیا گیا تو لینے سے انکار کر دیا۔ غرضیکہ کبھی بھی کسی اختلاف کا حصہ نہیں بنے۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”تین نوجوان حرم کعبہ میں دُعا کر رہے تھے ایک کی دُعا یہ تھی یا اللہ! مجھے حاکم بنا دے، دوسرے کی دُعا یہ تھی یا اللہ!

مجھے وِلایت عطا فرمادے۔ تیسرے کی دُعا یہ تھی یا اللہ! مجھے خلافت عطا فرمادے اور چوتھے یعنی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عرض کر رہے تھے یا اللہ! مجھے اپنا بنالے اور جنت کے بالاخانوں میں جگہ عطا فرمادے۔ آپ رضی اللہ عنہ اتنے فیاض اور سخی تھے کہ لوگ دُعا مانگا کرتے تھے یا اللہ! عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ہمارے دور میں زندہ رکھ۔ آپ کی کل جائیداد سو درہم تھی لیکن اپنی حیاتِ پاک میں ہزاروں دارہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردیتے تھے۔ اکیلے تو کبھی کھانا کھایا ہی نہیں۔ ﴿"حلیۃ الاولیا" 1/298 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

ہزاروی صاحب! تقریباً 2630 احادیث آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اور 170 احادیث تو متفق علیہ ہیں جنہیں سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے نقل کیا ہے تو اِن کا حدیث اور تفسیر کے حوالے سے کیا مقام ہے؟

علامہ بشارت صدیق ہزاروی صاحب:

محدثین کرام نے لکھا کہ عبداللہ نام کی چار شخصیات ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت اور عظمت عطا فرمائی ہے وہ چار شخصیات یہ ہیں، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم یہ چار شخصیات ایسی ہیں جو علم و فضل کے حوالے سے عظمت کے اُس مقام تک پہنچیں جس کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ اِن چار شخصیات میں سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو قرآن پاک کی تفسیر کے حوالے سے دیکھا جائے تو آٹھ سال کی عمر میں آپ نے سورۃ البقرۃ کی تفسیر پڑھ کر اُس پر مکمل عبور حاصل کیا۔ اور روایت حدیث کے حوالے سے اتنی احتیاط کرتے تھے کہ اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حدیث روایت کی اور اُس کے بیان

کرنے میں الفاظ کا تقدم یا تاخر ہوگیا تو آپ اُسے آگے بیان نہیں کرتے تھے۔سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کا دارومدار ہی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ احادیث پر ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پندرہ سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہے پھر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا۔آپ رضی اللہ عنہ کے شاگرد سیدنا نافع رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں رہے اور سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بارہ سال سیدنا نافع رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔وہ روایات جو سیدنا امام مالک، سیدنا نافع اور سیدنا نافع ،سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں محدثین کرام اِس سلسلہ روایت کو سلسلۃ الذھب کا نام دیتے ہیں یعنی یہ روایت سونے کی لڑی ہے۔آپ کی ذات کا خاص پہلو محبت رسول اور اطاعت رسول تھا۔

بعض سوانح نگاروں نے آپ کو مطیع اعظم لکھا ہے۔ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر چھڑے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ رواں ہوں۔ایک دن آپ مسجد میں بیٹھے تھے اُس وقت آپ کی عمر تقریباً 80 سال کے قریب تھی کہ اچانک سیدنا محمد بن اُسامہ رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے تو آپ اُن کو سینے سے لگا کر سَر کو بوسہ لیتے ہوئے فرمایا: ''اگر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو اِن سے بہت زیادہ پیار فرماتے۔یعنی آپ نے سیدنا محمد بن اُسامہ رضی اللہ عنہما کو اس لیے پیار کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن کے باپ اور دادا سے بہت پیار فرماتے تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ اتنا تھا کہ آپ کے قول و فعل پر عمل کرتے ہی تھے لیکن آپ اگر کسی خواہش کا بھی اظہار کرتے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اُس کی بھی اطاعت کرتے تھے ایک مرتبہ مسجد نبوی کے ایک دروازے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواہش کا

اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''میری خواہش یہ ہے کہ یہ دروازہ عورتوں کے لیے خاص کردیا جائے جب آپ رضی اللہ عنہ نے سنا تو اس کے بعد ساری زندگی اُس دروازے سے نہیں گزرے۔'' ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر ارادی طور پر اپنی اُونٹنی کے رَسی کھینچی جس کی وجہ سے اُونٹنی نے دو تین چکر کاٹے اب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی اُس مقام پر پہنچتے تو اپنی اونٹنی کو لے کر یہ عمل دُہرایا کرتے تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زندگی کے کئی پہلو ہیں اُن میں سے ایک مساوات اور سخاوت کا پہلو بھی ہے اگر ہم مساوات کے پہلو کو دیکھنا چاہیں تو اُس وقت رواج یہ تھا کہ تحریر لکھتے وقت پہلے اپنا نام لکھا جاتا تھا پھر غلام کا نام لکھا جاتا تھا لیکن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کنے اِس اصول کو بھی بدل دیا آپ نام لکھتے وقت پہلے غلام کا نام لکھتے تھے پھر اپنا نام لکھتے تھے۔ سخاوت میں تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے لیکن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا اُصول یہ تھا کہ جو چیز نفس کا پسند ہو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کردی جائے اور اِس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر ہے اور بہترین چیز کو پسند کرتا ہے۔ الغرض حدیث وتفسیر کے علاوہ علوم شاعری اور خطابت وغیرہ میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ 74 ہجری 84 سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درود
اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

پروگرام صبح نور

بتاریخ: 11-08-2016

موضوع: سفیر رسول سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

یوں تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گلستانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہکتے پھول ہیں۔ ہر ایک کو ایک انفرادی شان حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور نگاہِ نبوت میں ہر ایک کا اپنا مقام ہے۔ آج ہم جس ہستی پاک کا ذکر کرنے لگے ہیں وہ عظیم ہستی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام قسم کی جمالیاتی ثروتیں عطا کی تھیں اُن کا نام "سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ" اِنہیں یہ انفرادی شان حاصل ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام جب لباسِ بشری میں حاضر ہوتے تو وہ سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آیا کرتے تھے، جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا: "وَإِنَّهُ لَجِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فِيْ صُوْرَةِ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ" وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو دحیہ کلبی کی شکل میں آئے تھے۔

﴿"سنن نسائی"، الرقم: 4991 مطبوعہ حلب﴾

آپ رضی اللہ عنہ بڑے بہادر اور شجاع تھے۔ آپ اُن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے "سفیرِ اسلام" بنا کر اپنا نامہ مبارکہ کے ساتھ "شاہِ روم ہرقل" کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بااخلاق اور بردبار شخصیت کے حامل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کفار کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ شاندار شخصیت کے حامل تھے۔

نوری صاحب: سیدنا دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف پیش فرمادیں۔

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

آپ کا نام ہے "دِحیہ" عربی زبان میں دِحیہ کا معنی ہوتا ہے "رئیس الجند" یعنی لشکر کو سربراہ (عرف عام میں جسے جرنیل کہا جاتا ہے) آپ رضی اللہ عنہ کو "کلبی" اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو کلب سے تھا۔ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کا

رسول اللہ ﷺ نے ذکر فرمایا تھا جیسا کہ نصف شعبان شب براءت کی فضیلت میں معروف روایت میں یہ تذکرہ موجود ہے: ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک (مرتبہ اپنی باری میں) رات کو میں نے تاجدارِ دو عالم ﷺ کو بستر پر نہیں پایا (جب میں نے تلاش کیا تو) یکایک کیا دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ بقیع میں موجود ہیں (مجھے دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے ساتھ ناانصافی فرمائیں گے؟ میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! (ﷺ) مجھے خیال ہوا تھا کہ آپ ﷺ اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف ماہ شعبان کی رات (یعنی شعبان کی پندرہویں شب) کو آسمان دنیا پر (یعنی پہلے آسمان پر اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور قبیلہ بنو کلب (کی بکریوں) کے ریوڑ کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں گناہ گاروں کی بخشش کر دی جاتی ہے۔'' ﴿''سنن الترمذی''، الرقم: 739 مطبوعہ حلب﴾

کچھ روایات میں آتا ہے کہ اُس قبیلہ کی چھ لاکھ بکریاں تھیں اور ہر بکری پر چھ لاکھ بال تھے۔ کتنا ایمان افروز بیان ہے اِس روایت کو پڑھ کر ایک وجد اور کیف سا طاری ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

ہم بھکاری وہ کریم ، اُن کا خدا اُن سے فزوں
اور نا کہنا نہیں عادت رسول اللہ ﷺ کی

نذیر احمد غازی صاحب:

سعیدی صاحب! سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کیسی تھی؟

پروفیسر سعید احمد سعیدی صاحب:

پہلے تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

عاشقانِ اُو زِ خوباں خوب تَر
خوشتر و زیبا تَر و محبوب تَر

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عُشاق حسینوں سے بڑھ کر حسین ہیں، وہ خوش تر بھی ہیں، زیبا تر بھی ہیں اور محبوب تر بھی ہیں۔

پروفیسر سعیدی صاحب! آپ کی بات سے مجھے بھی ایک شعر یاد آ گیا ہے

ہے نرگس چشم، گل عارض، دہن غنچہ، صنوبر قد
سراپا تم ہی گلشن ہو، تو کیوں ہم جائیں گلشن میں

غازی صاحب! سیدنا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ جب بولتے تھے تو اُن کی گفتگو اِس شعر کا مصداق ہو کرتی تھی۔

اس غیرتِ ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

سیدنا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا شمار کبار صحابہ کرام میں شمار ہوتا ہے، بدر کے میدان کے علاوہ جتنے بھی معرکے ہوئے آپ اُن سب میں شریک تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو ایک سَریے کا اُمیر بھی بنا کر بھیجا۔ بہادری، وجاہت اور پُر اعتماد قوت گویائی آپ کو حاصل تھی، سیدنا دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوتے تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے تحائف لایا کرتے اور پیش کرتے تھے اور جب واپس جانے لگتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اُنہیں تحائف دے کر واپس لوٹاتے تھے، سنن ابی داوٗد میں ہے: "حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کچھ سفید اور باریک مصری کپڑے لائے گئے تو اُن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے بھی ایک باریک

کپڑا دیا، اور فرمایا: "اِس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کرلو اُن میں ایک کا کرتہ بنالو اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دو وہ اُس کی اوڑھنی بنالے" پھر جب آپ جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "اپنی بیوی سے کہو اس کے نیچے ایک اور کپڑا (شمیز نما) بنالے تا کہ اُس کا بدن ظاہر نہ ہو"۔ ﴿"سنن ابی داوٗد" الرقم: 4116 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! سیدنا دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ کس طرح ہے؟

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

سیدنا دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا ایمان اَفروز ہے جسے علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 1127ھ نے تفسیر روح البیان میں نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواہش تھی کہ سیدنا دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ایمان لے آئیں کیونکہ اِن کی وجہ سے اِن کے خاندان کے سات سو افراد نے دائرہ اسلام میں داخل ہونا تھا اِسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دُعا فرمایا کرتے: "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ دِحْیَۃَ الْکَلْبِیَّ الْاِسْلَامَ" اے اللہ! دِحیہ کلبی کو اسلام کی دولت عطا فرما۔ جب سیدنا دِحیہ کلبی نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بعد نماز فجر بواسطہ جبرائیل امین علیہ السلام وحی فرمائی کہ: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور فرمارہا ہے کہ آپ کے پاس ابھی دِحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) آنے والا ہے۔ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرما دو کہ دِحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) کی زمانہ جاہلیت کی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اُنھیں بُرا بھلا نہ کہیں اور اُن کے بارے میں دِل میں برائی بھی نہ رکھیں (بلکہ اِن کے مکمل عزت ووقار کا مظاہرہ کیا جائے کیونکہ زمانہ جاہلیت کی بہت سی غلط باتیں ان کے بارے میں مشہور

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرود
اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

تھیں) جب دِحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) مسجد میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا استقبال کرتے ہوئے اپنی چادرِ انور بچھائی اور اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''دِحیہ آج تم میری چادرِ انور پر بیٹھ جاؤ''

"فَبَكَىٰ دِحْيَةَ مِنْ كَرَمِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَرَفَعَ رِدَاءَهُ وَقَبَّلَهُ وَوَضَعَهُ عَلٰى رَأْسِهٖ وَعَيْنَيْهِ" ﴿"تفسیر روح البیان" 1/183 تحت سورۃ البقرۃ:92،93 مطبوعہ بیروت﴾

جناب دِحیہ کلبی رحمۃً للعالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرم نوازی دیکھ کر رونے لگے اور چادرِ انور کو اُٹھا کر بوسہ دیتے ہوئے اپنے سَر اور آنکھوں پر رکھ لی۔

اس واقعہ سے جہاں سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت اور عظمت کا اظہار ہوتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اَقدس کے ساتھ مَس ہونے والا کپڑا اِس قدر محترم ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُس کا احترام بھی کرتے ہیں اور تعظیم کا اِظہار بھی کرتے ہیں کیونکہ سیدنا دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادرِ مقدسہ کو چوم کر اپنی آنکھوں اور سر پر رکھتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ

جو سَر پہ رَکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 638ھ نے بڑی عظیم بات بیان کی ہے آپ فرماتے ہیں:

"لَمْ يَزَلْ جِبْرِيْلُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ فِيْ صُوْرَةِ دِحْيَةَ وَكَانَ اَجْمَلُ اَهْلِ زَمَانِهٖ يَقُوْلُ لَهُ بِصُوْرَةِ الْحَالِ: ''يَا مُحَمَّدُ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ اِلَّا صُوْرَةُ الْحُسْنِ وَالْجَمَالِ" ﴿"الفتوحات المکیہ" 4/180 مطبوعہ بیروت﴾

اللہ تعالیٰ جبرائیل امین علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں سیدنا دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اِس لیے بھیجتا تھا کیونکہ رضائے رب یہ ہے کہ دو خوبصورت ذاتوں کے درمیان جو سفیر ہو وہ بھی حُسن و جمال کا پیکر ہو۔

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! آپ رضی اللہ عنہ سفیر اسلام بن کر ہرقل شاہ روم کی دربار میں تشریف گئے اس واقعہ پر مختصر طور پر روشنی ڈالیں۔

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

حضرت سیدنا دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کامیاب سفیر تھے۔اُس زمانے کی سپر پاور کے ساتھ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو گفت وشنید ہوئی اُس کا اثر دیکھیں کہ شاہ روم نے مکتوب شریف پڑھنے کے بعد جو الفاظ کہے وہ احادیث مبارکہ کی اکثر کتب میں موجود ہیں: "وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ" کاش میں اِس لمحے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم اپنے ہاتھوں سے دھوتا۔

﴿"صحیح بخاری" الرقم:4553 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

آج کے خوبصورت تذکرہ کے بعد مجھے چند اشعار یاد آ گئے:

رُخ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نقاب اُلٹی ہے
ہم نے مہتاب کے ماتھے پہ پسینہ دیکھا
اور چاند دیکھا نہ کبھی ساغر و مینا دیکھا
جب بڑھی پیاس تو ساقیٔ مدینہ دیکھا

پروگرام صبح نور

بتاریخ: 16-04-2016

موضوع: فقیہ اُمت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: علامہ منیر احمد یوسفی صاحب

مفتی سید صابر حسین صاحب

علامہ محمد احمد برکاتی صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

وہ لوگ کتنے اعلیٰ بخت تھے جن کو رسول اللہ ﷺ کا دیدار ہر وقت نصیب تھا اُن پاکباز ہستیوں میں سے ایک عظیم ہستی جو قاری قرآن، اور فقیہہ امت تھے، اتنے بڑے فقیہہ کہ اُن کی فقہ پر علیحدہ سے ایک کتاب مدون ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آواز و سوز کی ایسی دولت سے نوازا تھا کہ رسول اللہ ﷺ فرمائش فرما کر اِن تلاوت قرآن حکیم سماعت فرماتے تھے یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، اتنی بڑی ہستی کہ زمین کی وسعت اور آسمان کی آنکھ جن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یوسفی صاحب! فقیہ امت کا ابتدائی تعارف بیان کریں۔

علامہ منیر احمد یوسفی صاحب:

آپ کا نام ''عبداللہ بن مسعودؓ'' کنیت ''ابوعبدالرحمن'' ہے، والد دورِ جاہلیت میں انتقال کر گئے، والدہ کا نام ''اُم عبدؓ'' تھا۔ حضور ﷺ انہیں ''ابن ام عبد'' بھی کہا بلاتے تھے۔ آپ السابقون الاوّلون میں سے تھے۔ دونوں ہجرتوں میں آپ شریک ہوئے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ: ''جب میں نے اِسلام قبول کیا تو مجھ سے پہلے پانچ اَفراد مسلمان ہو چکے تھے اور میں چھٹا مسلمان تھا۔'' فطرۃً سنجیدہ اور متوازی طبیعت کے مالک تھے، چھوٹی عمر میں ہی آپ کی امانت داری معروف تھی، آپ کے اِسلام لانے کا واقعہ بھی نہایت دلچسپ ہے خود بیان کرتے ہیں کہ: ''میں ابتدائی جوانی کی عمر کا لڑکا تھا اور عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا (عربوں کی یہ تہذیب بہت قدیم تھی اور برسوں سے چلی آرہی تھی کہ بچہ خواہ جس قبیلہ، طبقہ کا ہو اُس سے عموماً بکریاں ضرور چرواتے تھے کیوں کہ اِس سے صبر و مشقت سہنے کی عادت اور جفاکشی پیدا ہوتی

ہے۔) آپ بکریاں چرا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے مجھے سے فرمایا: ''يَا غُلَامُ عِنْدَكَ لَبَنٌ تَسْقِيْنَا ؟'' اے لڑکے تمہارے پاس کچھ دودھ ہوگا؟ جو ہمیں سیراب کر سکے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ بکریاں میرے پاس اَمانت ہیں، اِس لیے میں آپ دونوں کو دودھ نہیں پلا سکتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جو دودھ نہ دیتی ہو'' عرض کیا: جی ہاں! ہے۔ چناں چہ فرماتے ہیں ایک ایسی بکری میں آپ دونوں کے پاس لے آیا، رسول اللہ ﷺ نے اُس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی تو تھن دودھ سے بھر گئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے جس کے بیچ میں گڑھا تھا انہوں نے اُس میں دودھ دوھا، یہ دودھ ہم سب نے پیا، یہ شربت آپ کو پوری زندگی عشق رسول کا مظہر بن گئی۔ ﴿''مسند ابوداؤد طیالسی''، الرقم: 351 مطبوعہ مصر﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

مفتی صاحب! اِن کے قبول اسلام کا واقعہ بھی یہی ہے؟

مفتی سید صابر حسین صاحب:

جی بالکل، اس واقعہ کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے اُس دعا کی تعلیم دیجئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ'' تم تو تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دل پر اِس واقعہ کا بڑا اَثر ہوا اور آپ نے فوراً اِسلام قبول کر لیا۔ آپ فرماتے ہیں: ''فَأَخَذْتُ مِنْ فِيْهِ سَبْعِيْنَ سُوْرَةً، لَا يُنَازِعُنِيْ فِيْهَا أَحَدٌ'' میں نے ڈائریکٹ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے

قرآن حکیم کی ستر سورتوں کی تعلیم حاصل کی۔ «"مسند احمد بن حنبل"، الرقم: 4412 مطبوعہ مصر»

ایک بار اِن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ" جس شخص کو پسند ہو کہ وہ قرآن اُس لہجے میں پڑھے جس لہجے میں نازل ہوا تو وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق پڑھے۔ «"سنن ابن ماجہ"، الرقم: 138 مطبوعہ مصر»

نذیر احمد غازی صاحب:

آپ رضی اللہ عنہ نعلین مبارک ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے، کبھی سینے سے لگا لیتے، برکاتی صاحب! اِس پر کچھ تفصیل سے بیان کریں۔

علامہ محمد احمد برکاتی صاحب:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خوش بختیوں میں سے سب سے بڑی خوش بختی یہ ہے کہ آپ نعلین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر وقت اپنے آپ کو سینے سے لگانے کی سعادت ملتی تھی۔آپ کے القاب میں سے ہے: "صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعلین وتکیہ مبارک کو اُٹھانے والے، یعنی جو مقدس اشیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر مبارک سے مَس ہوتی تھیں اور جو آپ کے قدمین مبارک کے بوسے لیتی تھیں وہ آپ کے پاس ہوتیں یوں پورے جسم مقدس کے فیوض وبرکات حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حاصل ہورہے ہیں، اِس لیے آپ کی مرویات کو دیکھا جائے تو آپ یا تو مسائل دینیہ روایت کرتے یا معجزات مبارک روایت کرتے ہیں۔اِس لیے آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو لوگوں کو ڈراتے اور بارگاہِ رسالت سے دور کرنے کی کوشش کررہے تھے تو آپ نے فرمایا: "كُنَّا نَعُدُّ الْآيَاتِ بَرَكَةً، وَأَنْتُمْ تَعُدُّونَهَا تَخْوِيفًا"

معجزات کو ہم تو باعث برکت سمجھتے تھے اور تم لوگ اِن سے ڈرتے ہو۔ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور پانی تقریباً ختم ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِنْ مَاءٍ'' جو کچھ بھی پانی بچ گیا ہو اُسے تلاش کرو۔ چناں چہ لوگ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دست اَقدس برتن میں ڈال دیا اور فرمایا: ''حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ'' پاک، برکت والے پانی کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک اور برکت والا ہے، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگلیوں کے درمیان میں سے پانی فوارے کی طرح پھوٹ رہا تھا اور اِس کے علاوہ ہم نے بارہا یہ معجزہ بھی دیکھا کہ ہم خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کھانے سے تسبیح پڑھنے کی آواز سنا کرتے تھے۔ ﴿''صحیح بخاری''، الرقم: 3579 مطبوعہ مصر﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

یوسفی صاحب! آپ رضی اللہ عنہ کے علمی مقام و مرتبہ پر کچھ روشنی ڈالیں۔

علامہ منیر احمد یوسفی صاحب:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو علم قرآن سے بے حد محبت اور فہم و ادارک حاصل تھا۔ قرآنی آیات کے شانِ نزول میں آپ کے شخصیت تسلیم شدہ ہے یہاں تک کہ اِنسانی پیدائش سے وفات تک کے احکام کی احادیث آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صادق اور مصدوق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا'' تم میں سے ہر آدمی اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے، پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن گوشت

کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے، پھر فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے، وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے، پھر اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، اس کا رزق، اس کی مدت حیات، اس کا عمل اور اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھ دیا جاتا ہے، پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تم میں سے ایک آدمی جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے، پھر وہ جہنمیوں کے سے عمل کرتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک آدمی جہنمیوں کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس آدمی اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے، وہ جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔" ﴿"صحیح بخاری" الرقم:3208 مطبوعہ مصر﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

مفتی صاحب! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بار اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لیے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اَمیر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا تو آپ نے اہل کوفہ کو لکھا کہ: "تم اِن کی بات سنو اور اطاعت کرو اور حقیقت یہ ہے میں نے تم کو عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے معاملے میں خود اپنے اوپر ترجیح دی ہے، مطلب یہ ہے کہ مجھے خود اِن کی ضرورت تھی لیکن تمہاری تعلیم و تربیت کے لیے ایثار کر کے اِنہیں تمہارے پاس بھیجا ہے۔ ﴿"اسد الغابہ" 3/381 مطبوعہ بیروت﴾

باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اِن سے اس طرح محبت فرمایا کرتے تھے

مفتی سید صابر حسین صاحب:

کثیر روایات موجود ہیں جس میں ہے کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور

دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم آپ کی علمی لیاقت اور فضل وکمال پر مکمل اعتماد کیا کرتے تھے، خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا: ''وَمَا حَدَّثَكُمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْهُ'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو تمہیں بیان کریں اُن کی تصدیق کرنا یعنی سچ جاننا۔ ﴿''جامع ترمذی''، الرقم: 3799 مطبوعہ بیروت﴾

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اپنے دورِ خلافت میں ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا:

''لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا أَحَدًا مِنْ غَيْرِ مَشُوْرَةٍ لَأَمَّرْتُ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ'' اگر میں بغیر مشورہ کے ان میں سے کسی کو امیر بناتا تو ام عبد کے بیٹے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو امیر بناتا۔ ﴿''جامع ترمذی''، الرقم: 3808 مطبوعہ بیروت﴾

ایک مرتبہ سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک صحرا میں سفر کر رہے تھے، رات بہت تاریک تھی، دوران سفر ایک قافلہ ملا، اُس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقائے سفر میں سے ایک شخص کو حکم دیا، پتہ کرو، یہ قافلہ کہاں سے آرہا ہے، جب اُن سے یہ پوچھا گیا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ جواب ملا: فَجٍّ عَمِيْقٍ سے یعنی دور دراز جگہ سے۔ دوسرا سوال کیا: کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب ملا: بیت عتیق کا یعنی بیت اللہ شریف کا۔ اِس عمدہ جواب سے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اِس قافلے میں کوئی جید عالم موجود ہے، للہذا اِن سے کچھ مزید سوالات کئے جائیں، سوال کیا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے بڑی ہے؟ جواب ملا: آیت الکرسی، پھر سوال کیا: قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے محکم ہے؟ جواب دیا: ''اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى'' پھر سوال

کیا: قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے زیادہ جامع ہے؟ فرمایا: ''فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ'' پھر پوچھا: ''قرآن حکیم کی کون سی آیت سب سے زیادہ خوف دِلانے والی ہے؟ جواب ملا: ''لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○'' پھر پوچھا: ''قرآن کریم کی کون سی آیت سب سے زیادہ اُمید دِلانے والی ہے، جواب ملا: ''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○'' یہ عمدہ اور جامع جوابات سُن کر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''قافلہ والوں سے دریافت کرو کیا تمہارے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں''، جواب ملا: یقیناً موجود ہیں۔ ﴿''حیات صحابہ کے درخشاں پہلو'' 130 تا 132 مطبوعہ کراچی﴾

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اندازہ لگالیا کہ اِن سوالات کے جواب صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی دے سکتے ہیں۔

نذیر احمد غازی صاحب:

آپ ایک حدیث بیان کرتے ہوئے مسکرایا دیئے، لوگوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اِس فرمان کو ارشاد فرماتے وقت مسکرائے تھے۔

برکاتی صاحب! اِن کی ہر ہر ادا میں عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

علامہ محمد احمد برکاتی صاحب:

عشق ومحبت کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ انسان کے اندر سے عشق ومحبت پیدا ہو جائے اور دوسرا یہ کہ محبوب خود اپنی طرف سے محبت ودیعت کردیتا ہے،

وہ روایت کچھ طویل ہے آپ رضی اللہ عنہ نے جب وہ حدیث بیان کی تو آخری کلمات کی ادائیگی کے وقت مسکرائے اور فرمایا کہ: ”کیا تم لوگ مجھ سے یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کیوں مسکرایا؟ لوگوں نے عرض کیا: حضرت آپ کیوں مسکرائے؟ تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اِس جگہ یہ واقعہ سُناتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسکرائے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا تھا کہ: ”مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کیوں مسکرایا؟“ صحابہ نے عرض کیا کہ: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیوں مسکرائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مِنۡ ضَحِكِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ“ بندہ کی بات اللہ تعالیٰ اپنے شایانِ شان مسکرایا تھا اِس لیے میں بھی مسکرایا۔ ﴿”صحیح مسلم“ الرقم: 187 مطبوعہ بیروت﴾

کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اِن کی حوصلہ اَفزائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”مجھے قرآن حکیم سناؤ“ آپ نے عرض کیا: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کے سامنے کیسے پڑھوں؟ حالانکہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”فَإِنِّي أُحِبُّ أَنۡ أَسۡمَعَهُ مِنۡ غَيۡرِيۡ“ آج میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے علاوہ کسی دوسرے سے قرآن سُنوں، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی، آپ فرماتے ہیں کہ میں پڑھتا رہا یہاں تک کہ جب میں اِس آیت پر پہنچا: ”فَكَيۡفَ إِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيۡدٍ وَجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا“ تو میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخسار مبارک پر آنسو رواں تھے۔ ﴿”صحیح بخاری“ الرقم: 4583 مطبوعہ بیروت﴾

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کو یہ اِمتیاز حاصل ہے کہ: ”وَهُوَ أَوَّلُ مَنۡ جَهَرَ بِالۡقُرۡآنِ بِمَكَّةَ“ آپ نے مکہ مکرمہ میں اِعلانیہ قرآن شریف کی تلاوت کی اور باآواز بلند لوگوں کے سامنے قرآن پڑھا ورنہ اُس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چھپ چھپ کر اور

آہستہ قرآن حکیم پڑھتے تھے۔ ﴿صحیح بخاری، الرقم:4583 طبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

مفتی صاحب! اِن کو مسواک بناتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کچھ باتیں کہیں تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن کے متعلق کیا فرمایا تھا۔

مفتی سید صابر حسین صاحب:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک آپ کی قدر و قیمت کیا تھی اُس کا اندازہ اِس واقعہ سے ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ٹانگیں بہت پتلی تھیں اور آپ اِن کو چھپائے رکھتے تھے ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جنگل میں تشریف لے گئے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے مسواک بنانے کے لیے پیلو کے درخت پر چڑھے تو اِن کی پتلی پتلی ٹانگوں کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم مسکرائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''مَا تَضْحَكُونَ؟ لَرِجْلُ عَبْدِ اللهِ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أُحُدٍ''، تم عبداللہ بن مسعود کی پتلی ٹانگوں پر ہنستے ہو حالانکہ حشر کے دن میزانِ عدل میں کوہِ اُحد سے زیادہ بھاری ہوں گی۔ ﴿مسند احمد، الرقم:920 مطبوعہ الترکی﴾

اِس کے علاوہ آپ کی مکمل زندگی قناعت وتقویٰ کا کامل اُسوہ تھی، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بوقت وفات اِن کے پاس آئے، دوران عیادت جو گفتگو ہوئی اُسے محدثین نے روایت کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: مَا تَشْتَكِي؟ آپ کو کیا بیماری ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ذُنُوبِي'' اپنے گناہوں کی، پوچھا: ''فَمَا تَشْتَهِي؟'' آپ رضی اللہ عنہ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ فرمایا: ''رَحْمَةَ رَبِّي'' ہاں، اپنے

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرود اُن کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

رب کی رحمت کی، پھر پوچھا: "أَلَا نَدْعُولَكَ الطَّبِيْبَ؟" کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی معالج بھیجوں؟ فرمایا: "الطَّبِيْبُ أَمْرَضَنِيْ" میرے معالج نے تو مجھے صاحبِ فراش کیا ہے۔ فرمایا: "أَلَا آمُرُلَكَ بِعَطَائِكَ؟" آپ کے لیے وظیفہ جاری کردوں؟ فرمایا: "فَلَا حَاجَةَ لِي" پوچھا: "تَدَعُهُ لِأَهْلِكَ وَعِيَالِكَ" آپ کے اہل خانہ اور بچوں کے کام آئے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "إِنِّي قَدْ عَلَّمْتُهُمْ شَيْئًا إِذَا قَالُوهُ لَمْ يَفْتَقِرُوا" آپ میری بچیوں اور اہل خانہ کی عسرت اور ضرورت مندی کی فکر نہ کریں میں نے اِن کو تلقین کردی ہے کہ وہ ہر شب سونے سے پہلے سورۂ واقعہ کی تلاوت کرلیا کریں کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ: "مَنْ قَرَأَ الْوَاقِعَةَ كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ يَفْتَقِرْ" جو شخص ہر رات کو سونے سے پہلے سورۂ واقعہ پڑھ لے گا کبھی فاقہ اور محتاجی میں مبتلا نہ ہوگا۔

﴿"شعب الایمان" الرقم: 2267 مطبوعہ ہند﴾

مرتب:

32 ہجری کو آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اُس وقت آپ کی عمر ساٹھ برس سے کچھ اوپر تھی، امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ فقیہ امت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آسمانِ فضائل ومناقب کے مہرِ عالم تاب تھے، سبقت فی الاسلام، تحمل شدائد، حُب رسول، شوق جہاد، شغف قرآن، تبحر علم، زُہدو اتقاء، حلم واِنکسار، صبر واستغنا اور تفقہ فی الدین اِن کے صحیفہ حیات کے نمایاں اَبواب ہیں۔

پروگرام صبح نور

بتاریخ: 29-03-2016

موضوع: امین اُمت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: علامہ رضا الدین صدیقی صاحب
پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب
لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد اشرف جدون صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

''حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ'' وہ نجم ہدایت ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنتی ہونے کی بشارت اور السابقون الاوّلون میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جب بھی آپ کا نام لبوں پہ آتا ہے تو بہادری اور شجاعت کے الفاظ قلب وذہن میں مچلنے لگتے ہیں، اِن کا ہر ہر وصف متأثر کن ہے، جن کا شمار اساطین اُمت، اصحاب عشرہ مبشرہ، مہاجرین اولین، اصحاب بدر اور اصحاب الشجرہ میں ہوتا ہے، فی الحقیقت عہدِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی بڑے سے بڑا شرف ایسا نہیں جو اِن کو حاصل نہ ہوا ہو، اِن کے فضائل ومناقب اور کارہائے نمایاں کا تذکرہ پڑھ کر سر عقیدت بے اختیار ان کی عظمت کے سامنے خم ہوجاتا ہے۔نوری صاحب! آپ کو امین الامت کیوں کہتے ہیں؟

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

عربی ایک خوبصورت شعر ہے، علامہ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاِنَّہٗ شَمۡسُ فَضۡلٍ ھُمۡ کَوَاکِبُھَا   یُظۡھِرۡنَ اَنۡوَارُھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

سرکار کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضیلت کا ایک چمکتا، دَمکتا ہوا آفتاب ہیں اور صحابہ اُس آفتاب سے فیض پاکر چمکنے والے ستارے ہیں جنہوں نے اپنے انوار سے تمام ظلمات کی راہوں میں روشنی بھردی ہے۔حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا نام: ''عامر'' والد کا نام عبداللہ لیکن آپ اپنے دادا ''الجراح'' کی نسبت سے مشہور ہوئے، آپ کو سب سے بڑی فضیلت یہ حاصل ہے کہ خاندانی سلسلہ نسب گیارہویں پشت پر حضرت فہر کے ذریعے خاندان رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا کر ملتا ہے، اِن کا لقب: ''اَمِیۡنُ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا کردہ ہے۔امین کا معنی ہمارے معاشرے میں اَمانت دار کے طور پر لیا جاتا ہے

لیکن جدید عربی میں اِس کا معنی ہوتا ہے: ''سیکرٹری'' Secretary، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بالا متیاز سیکرٹری آف اُمت قرار دیا ہے۔ دوسرا اعزاز آپ کو جو حاصل ہے وہ ذوالہجر تین ہے یعنی آپ 6 نبوی میں مہاجرین حبشہ کے قافلے میں شامل تھے اور 13 نبوی میں مدینہ منورہ بھی ہجرت فرمائی۔

نذیر احمد غازی صاحب:

صدیقی صاحب! آپ نے کن کن معرکوں میں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائیے ہیں۔

علامہ رضاء الدین صدیقی صاحب:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہونے والے تمام غزوات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ بدر و اُحد کے میدان میں آپ کی شجاعت مثالی تھی، غزوہ اُحد میں جب گھمسان کا عالم ہوا اور سنگ باری ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آہنی خُود زیب تن فرما رکھی تھی اُس کی دو کڑیاں رُخسار مبارک میں پیوست ہو گئیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تیزی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا اتنے میں کیا ہوا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''وَإِنْسَانٌ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَطِيرُ طَيَرَانًا'' مشرق کی جانب سے ایک پرندے کی طرح فضا میں پرواز کرتا ہوا انسان تیزی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص مجھ سے پہلے پہنچ چکا ہے وہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں اور کہتے ہیں: ''أَسْأَلُكَ بِاللهِ يَا أَبَا بَكْرٍ إِلَّا تَرَكْتَنِي فَأَنْزِعَهُ مِنْ وَجْنَةِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم '' اے ابوبکر! خدارا مجھے اس خدمت کا

موقع دیں، آپ کا شوق دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک طرف ہوئے، آپ نے بے ساختہ اپنے دانتوں سے پکڑ کر اُن کڑیوں کو زور سے کھینچا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اَندیشہ تھا کہ اگر ہاتھ سے اِن حلقوں، کڑیوں کو نکالا تو اِس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت تکلیف ہوگی، تو آپ اپنے دانت مضبوطی سے حلقوں میں پیوست کر کے کھینچا یہاں تک پشت کے بل گر پڑے اور آپ کے دو دانت ٹوٹے گئے، لیکن آپ پھر بھی نہایت خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔ ﴿"طبقات ابن سعد" 3/313 مطبوعہ بیروت﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے مہمات کا نگران اِن کو بنا کر بھیجا۔ 9 ہجری کو جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت بلیغ اَنداز میں اِسلام کی دعوت دی لیکن قبول حق کے بجائے بات مباہلہ تک جا پہنچی پھر دنیا نے دیکھا کہ جب خاندان نبوت کے مقدس اَفراد مباہلہ کے لیے تشریف لائے تو نجران کے سرداروں میں سے ایک نے کہا کہ مباہلہ ہرگز نہ کرنا چناں چہ اہل نجران نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ہم آپ کی اطاعت کرتے ہیں آپ اپنے کسی صاحب کو ہمارے ساتھ کر دیجیئے جو ہمیں دین بھی سیکھائیں اور اور ہمارے معاملات کا تصفیہ بھی کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا حَقَّ أَمِينٍ ''میں تمہارے ساتھ ایسے امین کو بھیجوں گا جو انتہا درجے کا (حقیقی معنوں میں) اَمانت دار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سن کر وہاں پر موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت شوق سے دیکھنے لگے کہ یہ شرف کس خوش بخت کو نصیب ہوتا ہے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ'' اے ابوعبیدہ بن الجراح کھڑے ہو جاؤ، یہ میری اُمت کے امین ہیں۔ ﴿"مصنف ابن ابی شیبہ" الرقم: 32297 مطبوعہ الریاض﴾

اِس لقب کی پاسداری تو اِس قدر ہے خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زندگی کی آخری سانس لیتے ہوئے فرمایا تھا: "لَوْ أَدْرَكْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَاسْتَخْلَفْتُهُ" اگر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں انھیں اپنے بعد خلیفہ بنا دیتا اور میرا رب اس بارے میں مجھ سے پوچھتا تو میں کہتا "میں خلافت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "امین" کے سپرد کرکے آیا ہوں۔" ﴿"طبقات ابن سعد" 3/315 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

کرنل صاحب! حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جرنیل کیسے تھے؟

لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد اشرف جدون صاحب:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بڑی خوبصورت شخصیت کے مالک تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش میں تین شخصیات ایسی ہیں، جن کے چہرے تمام لوگوں سے بڑھ کر زیادہ حسین، جن کا اخلاق سب سے عمدہ اور جن میں حیاء سب سے زیادہ پائی جاتی ہے اگر وہ آپ سے گفتگو کریں تو قطعاً جھوٹ نہ بولیں، اگر آپ ان سے کوئی بات کریں تو آپ کو جھٹلائیں گے نہیں، میری نظر میں وہ تین عظیم شخصیات یہ ہیں۔ ❶ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ❷ حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ❸ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔ ﴿"المعجم الکبیر طبرانی" الرقم: 16 مطبوعہ القاہرہ﴾

شاید کوئی ایسا غزوہ یا کوئی ایسی جنگ ہو جس میں اُنہوں نے حصہ نہ لیا ہو، آپ ایسے مردِ مجاہد تھے جنہوں نے بہادری اور شجاعت کی ایسی داستانیں رقم کیں جس کی آج کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نرم گفتار، انتہائی منکسر مزاج اور بڑے حیادار تھے لیکن جب معاملہ سخت اور اہم ہوتا تو آپ پلٹ کر حملہ کرنے والا شیر ثابت ہوتے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! قرآن کریم کی کسی آیت میں ان کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

سورۃ المجادلۃ کی آیت 22 کا نزول اُس وقت ہوا جب کفر وحق کے معرکہ اول میدان بدر میں اپنے باپ جو مشرکین مکہ کی طرف سے مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾''

آپ اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ اُن کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اُس (اللہ) نے اِیمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی فیضِ خاص) سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں (ایسی) جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ

(والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

صدیقی صاحب! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اِن سے کس درجہ محبت فرماتے تھے؟

علامہ رضاء الدین صدیقی صاحب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی ذات پر ترجیح دی، تفصیلاً واقعہ پہلے گزر چکا ہے اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تو اِن کی ہر بات کو مِن وعَن تسلیم کرتے تھے، 18 ہجری میں شام اور عراق میں طاعون کی خوفناک وبا پھیل گئی، تاریخ اسلام میں یہ وبا ''طاعون عمواس'' کے نام سے مشہور ہے، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا مؤقف تھا کہ یہاں قیام کیا جائے اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مؤقف تھا کہ مسلمانوں کے لشکر کو واپس بھیج دیا جائے تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا: ''أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللهِ'' کیا آپ تقدیر الٰہی سے بھاگ رہے ہیں؟ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اے ابو عبیدہ! کاش یہ بات تمہارے علاوہ کوئی اور کہتا'' کیوں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اِن کی کوئی بات کو رد کرنا پسند نہیں فرماتے۔

﴿''صحیح بخاری'' الرقم: 5729 مطبوعہ بیروت، فتح الباری: 10/185 مطبوعہ بیروت﴾

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ السابقون الاوّلون شخصیات کو مہمات کی کمان اور مختلف مناصب اور عہدوں پر فائز کرنا زیادہ پسند فرماتے تھے کیوں کہ آپ کا مقصود صرف علاقوں کا فتح کرنا نہیں تھا بلکہ اُن علاقوں میں دین اسلام کی تعلیم وتبلیغ بھی مقصود تھی، جہاں جہاں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کمان کی

وہاں کے لوگ اُن کے خلق اور کردار سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ سارے علاقے مسلمان بھی ہوگئے اور جو غیر مسلم رہے وہ دعا کرتے تھے کہ ہمارا حکمران ابوعبیدہ الجراح رضی اللہ عنہ جیسا ہو۔

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! اِس واقعہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھا تھا۔

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب واپس لوٹ آئے تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں اُن کو مدینہ منورہ آنے کے لیے کہا گیا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ امیر المومنین انہیں وباز دہ علاقے سے نکالنا چاہتے ہیں تو آپ نے جواب میں لکھ بھیجا: ''امیر المومنین آپ نے مجھے جس غرض کے لیے مدینہ منورہ بلانا چاہتے ہیں میں اُسے سمجھ گیا، میں مسلمانوں کی فوج میں ہوں اور میرا دل اِن سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا اِس لیے مجھے یہیں رہنے دیں'' سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب وہ خط ملا تو آپ خط پڑھ کر بے اختیار رو پڑے۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اِن کی منزلت وعظمت سے خوب واقف تھے، ایک دن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم نشینوں سے فرمایا: ''تَمَنَّوْا'' تم میں سے ہر کوئی اپنی اپنی آرزو اور تمنا بیان کرو، کسی نے عرض کیا: کہ کاش میرے پاس سونے سے بھرا ہوا ایک کمرہ ہوتا اور میں وہ سارا اللہ کی راہ میں لُٹا دیتا، کسی نے کہا کاش میرے پاس ہیرے اور جواہرات سے بھرا ہوا کمرا ہوتا اور میں وہ سارا راہِ خدا میں خرچ کر دیتا، جب تمام حاضرین اپنی اپنی خواہش کا اظہار کر چکے تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''لَکِنِّی أَتَمَنّٰی بَیْتًا

مَمْلُوْءًا رِجَالًا مِثْلَ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ ''میری آرزو یہ ہے کہ کاش یہ مکان جو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جیسے لوگوں سے بھرا ہوتا، اور میں انہیں اللہ کی اطاعت میں اِس زمین پر عامل و نگران مقرر کرتا۔ ﴿مستدرک حاکم، الرقم: 5144 مطبوعہ بیروت، فضائل الصحابۃ: 2/740 مطبوعہ بیروت﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

کرنل صاحب! حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے افواج پاکستان کتنی متاثر ہے اور اِن کی زندگی سے ہمارے آج کے فوجی اور سپاہی جوانوں کو کیا سبق ملتا ہے؟

لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد اشرف جدون صاحب:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ایک ایسے سپہ سالار جن کی جنگی تدابیر اور حکمت عملیوں کو نہ صرف افواج پاکستان بلکہ افواج عالم آج تک فالو کر رہی ہے، افواج پاکستان اِن کی شخصیت سے اتنی متاثر ہیں اِن کی حیات مبارکہ کو بقاعدہ پڑھایا جاتا ہے اور اِن کی تعلیمات کو فالو کیا جاتا ہے، دورِ فاروقی میں ملک شام میں جتنی بھی اصلاحات ہوئیں اُن میں اکثر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عمل میں آئیں، سرزمین شام کی فتوحات کے دوران ایک شہر آیا جو قلعہ نما تھا آپ نے اُس کو فتح کرنے کے لیے مورچے بنوائے اور میدانی علاقوں میں غار کھدوائے، آپ نے اُس وقت جنگی مہارت اور دفاع کا جو یہ طریقہ اپنایا اُس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، آج کسی بھی ملک کی فوج مورچہ بندی کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتی، آپ کی دفاعی مہارتوں میں ایک اچانک پن ہے جسے Principle of war کہتے ہیں یعنی مشن کی تکمیل کے لیے دشمن کو بے خبر رکھتے ہوئے اچانک اَہداف تک ایسے پہنچ جانا کہ انہیں خبر نہ ہو، یہ طریقہ سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنی جنگی اور دفاعی حکمت عملیوں میں استعمال کیا ہے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اِن کی بہادری اور شجاعت سے بہت زیادہ متأثر تھے، آپ ان کی شجاعت و بہادری کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا:

اک نوجوان صُورتِ سیماب مُضطرب
آ کر ہُوا امیرِ عساکر سے ہم کلام
اے بُوعبیدہ رضی اللہ عنہ رُخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہوگیا مرے صبر و سکُوں کا جام
بے تاب ہو رہا ہوں فراقِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں
اک دم کی زندگی بھی محبّت میں ہے حرام
جاتا ہوں مَیں حضورِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام
یہ ذوق و شوق دیکھ کے پُرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفَتِ تیغِ بے نیام
بولا امیرِ فوج کہ وہ نوجواں ہے تُو
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پُوری کرے خدائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تری مراد
کتنا بلند تیری محبّت کا ہے مقام!
پہنچے جو بارگاہِ رسُولِ امیں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تُو
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
ہم پر کرم کِیا ہے خدائے غیور نے
پُورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

پروگرام صبح نور

بتاریخ: 20-03-2016

موضوع: محبوبِ مصطفیٰ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: ڈاکٹر سعید احمد سعیدی صاحب

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

اصحاب رسول ﷺ میں سے ایک ایسا ستارہ جنہیں محبوب النبی ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے، جن سے رحمت عالمین ﷺ اتنی محبت فرماتے جتنی شفقت ومحبت حسنین کریمین علیہما السلام سے فرماتے تھے، حضور ﷺ اپنے شہزادہ سیدنا امام حسن علیہ السلام کو اپنے ایک زانو پر اور انہیں اپنے دوسرے زانو پر بٹھاتے پھر اِن دونوں کو ایک ساتھ اپنے سینے سے چمٹاتے ہوئے فرماتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا'' اے اللہ میں اِن دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِس سے محبت کر۔ 《''سیر اعلام النبلاء'' 4/107 مطبوعہ القاہرۃ》

یہ ہستی جناب سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ کی محبوبیت کا اعزاز حاصل ہے، ایک بار آپ کو دروازے کی چھوکھٹ پھلانگتے ہوئے تھوڑی سے چوٹ لگ گئ اور ماتھے سے خون بہنے لگا، رحمۃ للعالمین ﷺ کاشانہ نبوت میں جلوہ گر تھے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں، انہوں نے کچھ دیر کے لیے توقف کیا تو رسول اللہ ﷺ خود آگے بڑھے اور آپ کو اُٹھایا، خون صاف کیا اور زخم پر اپنا لعاب مبارک لگایا، اور ازراہِ شفقت ومحبت مخاطب ہو کر فرمایا: ''لَوۡ کَانَ اُسَامَۃُ جَارِیَۃً لَکَسَوۡتُہُ، وَحَلَّیۡتُہُ حَتّٰی اُنۡفِقَہُ'' اگر اُسامہ لڑکی ہوتا تو میں اِس کو خوب صورت لباس اور زیور پہناتا، بناتا سنوارتا تاکہ اِس کے حسن وجمال کی شہرت ہوتی۔ 《''مسند احمد بن حنبل'' الرقم: 25861 مطبوعہ مصر، ''الطبقات لابن سعد'' 4/46 مطبوعہ بیروت》

یہ تھی اِن کی فضیلت وعظمت، اور جب فتح مکہ ہوئی آپ ﷺ شہر میں بالائی حصے سے داخل ہوئے تو سواری پر آپ کے پیچھے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے سفر میں بھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی ہم رکابی کا

شرف حاصل ہوا۔ عرفات سے مزدلفہ تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سواری پر تھے۔ جب حرم میں پہنچے تو خانۂ کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ان سے دروازہ کھلوایا اور اندر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ خانۂ کعبہ کے اندر جانے کا شرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ڈھکی چھپی نہ تھی۔ آپ نہ صرف اس کا برملا اظہار کرتے تھے، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ان سے محبت کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''مَنۡ اَحَبَّنِیۡ فَلۡیُحِبَّ اُسَامَۃَ'' جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہو، وہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔ ﴿''صحیح بخاری'' الرقم: 181، 2988 مطبوعہ مصر، ''صحیح مسلم'' 2942 طبوعہ بیروت﴾

سعیدی صاحب! اِن کا خاندانی مختصر تعارف کروادیں۔

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی صاحب:

سب سے پہلے تو یہ بات طے ہے نا کہ جس جس کو نبیِ رحمت، رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت حاصل ہوئی ہے اُس نے اُسے دنیا کی تمام تر بلندیوں پر سرفراز کر دیا ہے۔

ما ز حکم نسبت اُو ملتیم
اہل عالم را پیام رحمتیم

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت کی وجہ سے ایک ملت قرار پائے، آپ کی ذات رحمۃ للعالمین ہے لہٰذا ہم بھی دنیا والوں کے لیے پیام رحمت ہیں۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی شخصیت اپنے ہر ہر حوالے سے عظیم ہے، اِن کا تعلق بنو قضاعہ کی شاخ بنو کلب سے تھا، کنیت ابو محمد معروف ہے۔ آپ کے

والدِ گرامی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے ہونے کے ساتھ جنہیں یہ اعزاز حاصل رہا کہ انہوں نے اپنے حقیقی والدین کو چھوڑ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت وخدمت کو چن لیا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنہیں گلے سے لگاتے اور پیشانی پر بوسہ دیا کرتے تھے، حضر وسفر میں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا اور دوسری طرف اِن کی والدہ ماجدہ جناب ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں یہ وہ ہستی ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں جیسا احترام اور درجہ دیا اور یہ وہ مبارک خاتون ہیں جو سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے وصال اَقدس فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابواء شریف سے مکہ معظّمہ لائیں تھیں، اتنی محبوب شخصیات کے لختِ جگر جناب سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں اِس لیے آپ کا لقب ہے: ''اَلْحِبُّ اِبْنُ الْحِبِّ''، یعنی محبوب ابن محبوب ہیں۔ ﴿''اسد الغابہ'' الرقم الاحوال 84 مطبوعہ بیروت، ''سیر علام النبلاء'' 2/498 مطبوعہ مصر﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! بچپن سے ہی دامن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی ہوگئی تھی؟

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

دنیائے حیات میں آنے کے بعد جب آنکھ کھولی تو سب سے پہلی نگاہ چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی، بچپن ہی سے اُن محبوب بچوں میں شامل تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گود لے کر اپنے ہاتھ سے کھلایا کرتے تھے، محبوب ابن محبوب یہ اعزاز تو اِن کو حاصل تھا لیکن ایک اور لقب جو اِن کو حاصل رہا وہ ''قائد بن قائد'' ہے، خود بہت بڑے لیڈر رہیں اور پھر والد محترم بھی بہت بڑے لیڈر اور جرنیل تھے، اُس دور کی جو سپر پاورز تھیں اُن کو تباہ و برباد کرنے کے اَقدام کا آغاز اِن باپ، بیٹے نے کیا تھا، جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن کی قائدانہ صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے سپہ وسالار اور امیر لشکر بنایا، وہ لشکر کوئی عام سا نہیں تھا، اُس لشکر میں حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسے بڑے جرنیل شامل ہیں، اُس وقت کچھ لوگوں نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ابھی نوجوان ہیں آپ انہیں سپہ سالار بنا رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''وَایمُ اللہِ إِنْ کَانَ لَخَلِیقًا لِلْإِمَارَۃِ'' اللہ کی قسم وہ اَمارت کے مستحق واہل ہیں۔ «صحیح بخاری، الرقم: 3730 مطبوعہ مصر»

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب بھی اِن سے ملتے تو کہتے: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الْأَمِیْرُ وَرَحْمَۃُ اللہِ'' اور کبھی فرماتے: ''مَرْحَبًا بِأَمِیْرِیْ'' اے میرے امیر! خوش آمدید، اور جب کسی کو اِس پر تعجب ہوتا تو فرماتے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن کو میرا اَمیر مقرر فرمایا تھا'' «''سیر اعلام النبلاء'' 2/500 مطبوعہ مصر»

قریشی سردار حکیم بن حزام (اُس وقت انہوں نے اِسلام قبول نہیں کیا تھا) نے ایک قیمتی پوشاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا، وہ فاخرانہ لباس شاہ یمن کے بطور خاص تیار کیا جاتا تھا جسے انہوں نے پچاس دینار میں خریدا تھا، انہوں نے وہ قیمتی حلہ تحفۃً پیش کرنا چاہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انکار کرتے ہوئے فرمایا مشرکین سے ہدیہ قبول نہیں کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیمتًا وہ پوشاک خرید فرمائی اور صرف ایک مرتبہ جمعہ کے روز زیب تن فرمایا اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیا، آپ وہ لباس پہن کر صبح وشام شاداں وفرحاں اپنے مہاجر و اَنصار نوجوان ساتھیوں کے پاس آیا کرتے ایک حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو اُنہوں نے فرمایا: ''بَخٍ بَخٍ یَا أُسَامَۃُ! عَلَیْکَ حُلَّۃُ ذِیْ یَزَنٍ'' واہ واہ، کیا بات ہے اُسامہ تو نے یمن کے بادشاہ کا

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرُود
اُن کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

لباس پہنا ہوا ہے، حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ہے، جب آپ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکیم بن حزام اِس طرح اِس طرح کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُس سے کہنا: "وَمَا یَمۡنَعُنِیۡ وَأَنَا خَیۡرٌ مِنۡهُ، وَأَبِیۡ خَیۡرٌ مِنۡ أَبِیۡهِ" (اِس میں تعجب والی بات کیا ہے؟) میں اُس سے بہتر ہوں اور میرا باپ اُس کے باپ سے بہتر ہے۔ ﴿"سیر اعلام النبلاء" 2/504 مطبوعہ مصر﴾

نذیر احمد غازی صاحب:

سعیدی صاحب! دلیری، بہادری، شجاعت اِن کی گھٹی میں شامل تھی؟

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی صاحب:

جی، بہادری اور شجاعت تو ورثہ میں ملی تھی پھر اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و برکت نے آپ کے کمالات کو مزید نکھار دیا، غزوہ اُحد میں آپ کو اپنی کم عمری کے باعث شریک ہونے کی اجازت نہ ملی اور غزوہ خندق میں اپنے ہم عمر نوجوانوں کے ہمراہ میدان کی طرف نکلے تو اپنے پنجوں کے بَل اُونچے ہو کر چلنے لگے کہ کہیں آج بھی نوعمری کی بنا پر جہاد میں شریک ہونے سے محروم نہ کر دیئے جائیں، ان کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متبسم ہوئے اور انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دے دی، خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے وظیفے مقرر کیے تو اُن کے مراتب، قبول اسلام میں اوّلیت، خدمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریبی تعلق کے اعتبار سے وظیفے کی مقدار میں فرق کیا۔ انھوں نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ دو ہزار اور اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا وظیفہ پانچ ہزار مقرر کیا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے اُس کا شکوہ کیا اور

کہا: میری خدمات اُسامہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہیں، پھر بھی آپ نے ان کا وظیفہ مجھ سے زیادہ رکھا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''إِنَّ أُسَامَةَ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ مِنْكَ، وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ مِنِّيْ'' اُسامہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب تھا اور اس کے باپ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے باپ سے زیادہ محبت کرتے تھے'' ﴿''الاصابہ فی تمیز الصحابۃ'' 2/497 مطبوعہ بیروت﴾

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا محور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا صفات تھی جو اُن کی ہستی کے زیادہ قریب ہے اُس کی تکریم بھی سب سے زیادہ ہوتی تھی۔ آج ہماری عزتیں اِسی میں ہیں کہ ہم نسبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پاس رکھیں، لحاظ کریں اُن کو تکریم دیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تکریم دی ہے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

جی بالکل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دعائیہ کلمات کی روایت پہلے گزر چکی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی محبت کتنی ضروری ہے اور اِس سے بھی ایمان افروز روایت ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''مَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يُبْغِضَ أُسَامَةَ'' کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے آپ نے ایک بار فرمایا: ''مَنْ كَانَ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَلْيُحِبَّ أُسَامَةَ'' جو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتا ہے

اُس پر لازم ہے وہ اُسامہ سے محبت کرے۔ ﴿"مصنف ابن ابی شیبہ" الرقم:32303 مطبوعہ الریاض﴾

الفاظ پر غور کیجئے کہ سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ کی محبت کو کس کی محبت کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے یعنی حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی محبت ہے تو اللہ جل جلالہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت بھی ہے اگر سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں تو اللہ جل جلالہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت بھی قبول نہیں۔

نذیر احمد غازی صاحب:

نوری صاحب! لشکرِ اُسامہ کی روانگی کے وقت کیا ہوا تھا؟

پروفیسر محمد اعظم نوری صاحب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال باکمال کے بعد جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو گئے تو آپ نے یہ اعلان کر دیا کہ اُسامہ کے لشکر کو رومیوں سے جہاد کے لیے بھیجنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اُس لشکر کا ہر سپاہی مدینے سے نکل کر جُرف کے مقام پر پہنچ جائے جہاں اُس لشکر نے پہلے دن پڑاؤ کیا تھا، اِس اعلان عام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ جن لوگوں کو اِس لشکر میں بھیجا جا رہا ہے وہ مسلمان کے جلیل القدر افراد ہیں اور عرب کی اِس وقت جو حالت ہو گئ ہے وہ آپ کے سامنے ہے اِن نازک حالات میں یہ مناسب نہیں کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کو آپ اپنے الگ کر دیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وَالَّذِی نَفْسُ أَبِی بَکْرٍ بِیَدِہِ لَوْ ظَنَنْتُ أَنَّ السِّبَاعَ تَخْطَّفُنِی لَانْفَذْتُ بَعْثَ أُسَامَۃَ کَمَا اَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جان ہے! اگر مجھے یہ یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اُٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں اُسامہ کا لشکر ضرور روانہ کروں گا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو روانہ کرنے کا حکم جاری فرمایا

تھا، اگر اِن بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی نہ رہے اور میں تنہا رہ جاؤں تو بھی یہ لشکر روانہ ہوگا۔ اِس جواب کے بعد لوگ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کہ آپ خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جایئے اور اِن کی خدمت میں اتنا عرض کریں کہ وہ ہمارے اِس لشکر کو امیر کسی شخص کو مقرر فرمائیں جو اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر کا ہو، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر درخواست پیش کی تو آپ نے جواباً فرمایا: ''لَوْ خَطَّفَتْنِی الْكِلَابُ وَالذِّئَابُ لَمْ أَرُدَّ قَضَاءً قَضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اگر جنگل کے کتے اور بھیڑیے مجھے اُٹھا کر لے جائیں تو بھی میں وہ کام کرنے سے نہیں رکوں گا، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرنے کا حکم دیا تھا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کی ہرگز مخالفت نہیں کروں گا اگرچہ اِن بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی اِنسان باقی نہ رہے۔

بعدازاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکر میں تشریف لائے، فوجیوں کو اپنے سامنے روانہ کیا اور انہیں اَلوداع کہنے کے لیے کچھ دوران ساتھ گئے، اُس وقت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیدل چل رہے تھے اور اُن کی سواری کی لگام حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پکڑی ہوئی تھی، جب کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سوار تھے، آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا: ''اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یا تو آپ سوار ہو جائیں یا میں سواری سے اُتر کر پیدل چلوں گا'' اب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو جواب دیا اُس سے سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی عظمت و رفعت نکھر کر سامنے آجاتی ہے آپ نے فرمایا: وَاللّٰهِ لَا تَنْزِلُ وَوَاللّٰهِ لَا أَرْكَبُ! وَمَا عَلَيَّ أَنْ أُغَبِّرَ قَدَمَيَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سَاعَةً فَإِنَّ لِلْغَازِيْ بِكُلِّ خَطْوَةٍ يَخْطُوْهَا سَبْعَمِائَةَ

حَسَنَةً تُكْتَبُ لَهُ، وَسَبْعَمِائَةَ دَرَجَةً تُرْتَفِعُ لَهُ، وَتُرْفَعُ عَنْهُ سَبْعَمِائَةَ خَطِيْئَةٍ '' اللہ کی قسم! نہ تم سواری سے اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا، میرا اِس بات میں کیا نقصان ہے کہ تھوڑی دور اللہ کی راہ میں پیدل چل کر اپنے قدم غبار آلود کرلوں، غازی کے نامۂ اعمال میں ہر قدم کے بدلے میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اُس کے سات سو درجے بلند کئے جاتے ہیں اور سات سو گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ ﴿''تاریخ طبری'' جلد 3 صفحہ 226,224 مطبوعہ بیروت﴾

اِس کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جیش اُسامہ کو مخاطب کر کے چند نصیحتیں فرمائیں اور خطبہ دیا، لشکر خطبہ سننے سن کر منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا، تقریباً چالیس دن تک یہ لشکر مزاحمت کرتا ہوا مدینہ منورہ لوٹا، اُس کے بعد جتنی بھی فتوحات ہوئیں، دنیا سے سب سے بڑی پاورز کو جو مسلمان نے تاخت وتاراج کیا ہے اُس کی بنیاد رکھنے والے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہے آپ جب تمام علاقوں کو فتح کر کے واپس لوٹے تو اُس وقت مَدِيْنَةُ الْمُنَوَّرَه زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا میں نعرہ لگ رہا کہ واقعی اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ قیادت وامارت کا حقدار ہے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی صاحب! کچھ لوگ اِن کی رنگت کو دیکھ کر اعتراض کیا کرتے تھے، تفصیلاً کیا ہے؟

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی صاحب:

صحیح بخاری میں اِس واقعہ کی تفصیل موجود ہے دراصل حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوی میں جو خصوصیت حاصل تھی اُس کی بنا پر منافقین اُن سے بہت حسد کرتے

تھے اور معاذ اللہ اُن کے نسب میں تہمت لگاتے تھے، رسول اللہ ﷺ تک اُن کی باتیں پہنچتیں تو آپ کو بہت رنج ہوتا اُسی زمانے میں ایک دن عرب کا ایک مشہور قیافہ شناس (جس کا نام مُجزّز مُدْلِجِی تھا) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک چادر اوڑھے سو رہے تھے اور دونوں کی پاؤں البتہ چادر سے باہر تھے، اُس پاؤں دیکھ کر کہا کہ یہ پیر ایک باپ بیٹے کے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سُنا تو آپ بہت خوش ہوئے اور تبسم فرماتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تم نے سُنا کہ قیافہ شناس نے بھی اُسامہ اور زید رضی اللہ عنہما کے پاؤں دیکھ کر انہیں باپ بیٹا قرار دیا ہے۔ اب شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی مسرت کا یہ سبب تھا کہ مجزز نے جو کچھ کہا اُس کی وجہ سے حاسدوں کے منہ بند ہو گئے کیوں کہ اُن کے نزدیک قیافہ شناسوں کا باتیں اِلہام کا درجہ رکھتیں تھیں، ورنہ حضور اکرم ﷺ کی شان اِس سے بلند تھی کہ آپ ﷺ کو قیافہ شناسوں کی احتیاج ہو۔

﴿"صحیح بخاری"، الرقم: 3731 مطبوعہ مصر، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: 16/110 مطبوعہ بیروت﴾

تھے اُسامہ رضی اللہ عنہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا کا قمر
سرورِ عالم ﷺ کی تھی اُن پر نظر
اُن کے والد سے نبی ﷺ کو پیار تھا
تھے اُسامہ رضی اللہ عنہ خوش مقدر معتبر
جیش اِسلامی کے تھے وہ سالار
نازاں ان پہ تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ

پروگرام صبح نور

بتاریخ: 21-03-2016

موضوع: فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

میزبان: نذیر احمد غازی صاحب

مہمانان: پروفیسر سعید احمد خان صاحب

مفتی محمد فاروق القادری صاحب

ڈاکٹر محمد نوید اظہر صاحب

نذیر احمد غازی صاحب:

آج ہماری بزمِ نور و نکہت میں جس عظیم اور فاتح جرنیل کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ ہیں: ''حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ'' یہ اُن ہستیوں میں سے ہیں کہ جب اُن کا ذکر کیا جاتا ہے تو طبیعت میں ایک جرأت اور تبوج کی کیفیت نظر آتی ہے، یہ اللہ کریم جل شانہ کا حسن انتظام تھا کہ ایک ہی وقت میں دو ایسے عظیم جرنیل دائرہ اسلام میں اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی کا تاج اپنے سروں پہ سجاتے ہیں اُن میں ایک فاتح مصر و شام سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے سیف من سیوف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں، دونوں کے قدم ایک ہی وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ عالی قدر میں پہنچے اور ایک ہی وقت میں جا کر کلمہ توحید و کلمہ شہادت پڑھتے ہیں اور دستِ اقدس پر ایک ہی وقت میں بیعت کرتے ہیں۔ اِن کے عشق و محبت کا عالم یہ تھا آپ کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں: ''وَأَنَّهُ كَانَ شَدِيْدُ الْحَيَاءِ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لَا يَرْفَعُ طَرْفَهُ إِلَيْهِ'' ساری زندگی کبھی نظر اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر مبارک سے اپنی نظر نہیں ملائی، فرماتے مجھے ندامت آتی ہے کیوں کہ میرا ایک زمانہ وہ بھی میں نبی عالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں کی صف میں کھڑا ہوا تھا، آپ کے دل اور مزاج میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہمیشہ یہی ادب و احترام تھا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِن دونوں کے ایمان لانے پر بہت فرحاں و شاداں تھے، اور فرمایا:

''آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہارے طرف اچھال دیا ہے''

﴿''الاصابہ'' الرقم: 5897 مطبوعہ بیروت ''اسد الغابہ'' 2/240 مطبوعہ بیروت، تاریخ دمشق لابن عساکر: 16/219 مطبوعہ بیروت﴾

پروفیسر سعید احمد خان صاحب! اِن کا مختصر خاندانی تعارف کیا ہے؟

پروفیسر سعید احمد خان صاحب:

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے خاندان بنو سہم سے ہے،

دورِ جاہلیت میں مقدمات کا فیصلہ کرنا بنوسہم کے ذمے تھا، اِس لحاظ سے قریش میں اِن کو بڑی اہمیت حاصل تھی، آپ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' ہے، آپ کا شمار اُس دور کے لکھنے پڑھنے والی شخصیات میں ہوتا ہے، شکل وصورت کے اعتبار سے آپ کو وہ وجاہت عطا کی گئی تھی کہ چلتے پھرتے حاکم نظر آتے تھے، امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ کر فرماتے تھے یہ تو پیدا ہی حکمرانی کرنے کے لیے ہوا ہے۔ الغرض حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا شمار قرن اولیٰ کے اُن عظیم سپہ سالاروں اور مدبرین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی بے مثل شجاعت، جنگی مہارت اور حسن تدبیر سے اِسلامی مملکت کو نہایت مستحکم بنیادوں پر قائم کیا۔

نذیر احمد غازی صاحب:

مفتی صاحب! اِن کے اسلام قبول کے متعلق ارشاد فرمائیں۔

مفتی محمد فاروق القادری صاحب:

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اِسلام قبول کرنے کا وقت 8 ہجری ذکر کیا جاتا ہے، صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے اِس دوران آپ نے اِسلام قبول فرمایا اِس کا سبب یہ بنا کہ دربارِ نجاشی میں جو حالات پیش آئے آپ متاثر ہوئے اور قبول اسلام کی طرف مائل ہوئے۔ امام مسلم اور دیگر محدثین نے آپ کے قبول اسلام کی کیفیت کو ذکر کیا ہے، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ جل شانہ نے جب اسلام کی محبت میرے دل میں ڈالی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: ''اُبْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلَأُبَايِعْكَ'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا دست کرم بڑھایئے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ

بڑھایا میں نے اس وقت اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا ہوا تجھ کو اے عمرو!" میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اِسلام قبول کرتا ہوں لیکن میری ایک شرط ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا شرط" میں نے عرض کیا: "أَنْ يُغْفَرَ لِيْ" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شرط یہ ہے کہ کہ میرے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ" اے عمرو! تونہیں جانتا کہ اسلام بیشتر کے تمام گناہوں کومٹادیتا ہے اسی طرح ہجرت اور حج کا بھی ذکر فرمایا۔ «"صحیح مسلم"، الرقم:121 مطبوعہ مصر، "مشکوۃ المصابیح"، الرقم:27 مطبوعہ بیروت»

آپ کی خاندانی عزوعظمت کو دیکھا جائے تو آپ کا نسب کعب بن لُوی پر جا کر خاندان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے اور پھر آپ کا قبیلہ عرب کے اُن بارہ قبائل میں سے تھا جن کی پورے عرب میں عددی ، افرادی ، دولت وثروت کے اعتبار سے تھاک بیٹھی ہوئی تھی، ان کا خاندان کے افراد میں سیاست دانی اور قوت فیصلہ بہت زیادہ تھی۔

نذیر احمد غازی صاحب:

ڈاکٹر نوید صاحب! یہ اور اِن کا خاندان سفیر بھی تھا، سفارتی صلاحیتیں کیسی تھیں؟

ڈاکٹر محمد نوید اظہر صاحب:

جی اِن کے والد تو کفر کی حالت میں فوت ہو گئے تھے انہیں اِسلام نصیب نہیں ہوا، عاص بن وائل مکہ معظّمہ کے بہت بڑے تاجر تھے وہ یمن سے چمڑا اور حبشہ سے عطریات لیتے پھر شام میں جا کر اِن کو فروخت کرتے پھر اُدھر سے ڈرائی فروٹ خریدتے، کشمش، انجیر لاتے اور وہ حبشہ میں بیچا کرتے تھے، ان کا خاندان نہایت متمول اور صاحب ثروت تھا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خاندانی پیشے تجارت کو اپنایا جب

اِن فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور مصر کی طرف رُخ کیا تو وہ سارے راستے اِن کے پہلے دیکھے ہوئے تھے۔ بارگاہِ رسالت ﷺ میں اگر اِن کے مقام کو دیکھا جائے تو ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ''أَنِ الْبَسْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ وَائْتِنِي ''اپنے کپڑے اور ہتھیار لے کر میرے پاس آؤ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ گھر سے تیار ہو کر آئے تو رسول اللہ ﷺ وضو فرمارہے تھے آپ نے نگاہ مبارک اُٹھا کر انہیں دیکھا پھر فرمایا: ''إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَكَ عَلَى جَيْشٍ ''میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایک لشکر کا سربراہ بنا کر بھیجوں اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے یہ خوش خبری بھی سنادی کہ اِس معرکے میں تم فتح یاب ہو گے اور مال غنیمت بھی حاصل ہو گا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فوراً عرض کیا: ''مَا أَسْلَمْتُ مِنْ أَجْلِ الْمَالِ، وَلَكِنِّي أَسْلَمْتُ رَغْبَةً فِي الْإِسْلَامِ ''یارسول اللہ ﷺ! میں نے مال کے لیے اِسلام قبول نہیں کیا میں نے اِسلام ہی کے لیے اسلام قبول کیا ہے، اور میرے اِسلام لانے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہو جائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''يَا عَمْرُو نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ'' اے عمرو! صالح مال کسی نیک آدمی کے پاس تو اِس سے اچھی بات اور کیا ہے۔ «''مسند احمد''، الرقم: 17763 مطبوعہ مصر»

اِس فرمان سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اِن کے لیے امیر لشکر ہونا بھی پسند کیا اور دولت مند ہونا بھی پسند فرمایا ہے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

مفتی صاحب! دورِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں کن کن مہمات میں شریک رہے؟

مفتی محمد فاروق القادری صاحب:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں بہت اعلیٰ صفات موجود تھیں آپ کامیاب

سیاستدان اور فاتح جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ جو صفت سب پر غالب تھی وہ نظم ونسق کی صلاحیت تھی، آپ اعلیٰ درجہ کے منتظم تھے بایں وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں کے متعدد مواقع پر سالار اور جرنیل مقرر کیا، غزوہ ذات السلاسل جسے سریہ بھی کہا جاتا ہے جب آپ کو سپہ سالار بنایا گیا تو اُس لشکر میں جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے اندر قائدانہ صلاحیتیں کس قدر ودیعت کی گئی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال باکمال ہوا، ارتداد، مانعین ومنکرین زکوٰۃ کا فتنے اُٹھے اور بہت سے فتنوں نے سر اُٹھایا تو مختلف اوقات میں مختلف فوجیوں کے لشکر مختلف مقامات پر روانہ فرمائے، آپ کو بنو قضاعہ کے مرتدین کی سرکوبی پر مامور فرمایا انہوں نے حسن تدبیر سے اِن لوگوں کو اِسلام پر قائم کیا اور اِن سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ واپس لوٹے۔

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جتنی میں فتوحات ہیں اُن سب میں مصر کا فتح کرنا بہت جان جوکھوں کا م تھا، تین ہزار کی تعداد، چند نیزے، بھالے ٹوٹے ہوئے، اور مدمقابل میں ہزاروں کا لشکر اور بھاری اسلحہ سے لیس فوج، بس آسرا تھا تو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضل وکرم پر تھا، جب آپ کا لشکر شہر پہ شہر، فتح پہ فتح حاصل کرتا ہوا مصر کے معروف شہر اسکندریہ پہنچا، اِس شہر کو سکندر اعظم نے تعمیر کرایا تھا، یہ شہر فن تعمیر کا ایک شاہکار تھا، اعلیٰ قسم کے سنگ مرمر سے بنایا گیا تھا جس کی وجہ سے پورا شہر رات کو جھلمل جھلمل کرتا دکھائی دیتا، یہ شہر سلطنت روم کا دوسرا دارالحکومت اور پوری دنیا کا اہم تجارتی مرکز تھا، اِس شہر کو دشمن کے حملوں سے بچانے کے لیے جدید ترین حفاظتی اِقدامات کئے گئے تھے، پچاس ہزار جنگجو ہر وقت کسی بھی حملے کے مقابلے کے لیے تیار اور چوکس رہتے تھے، یہ شہر دفاعی اعتبار سے بہت محفوظ جگہ پر

بنایا گیا تھا، شمال کی طرف سمندر تھا، لشکر اسلام شہر میں داخل ہوسکتا تھا لیکن یہ کام اِتنا آسان نہ تھا، اِسلام کے عظیم جرنیل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیاسی بصیرت اور جنگی حکمت عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے ناکہ بندی کا حربہ استعمال کیا جو نہایت کارگر ثابت ہوا، باہر سے اندر کوئی چیز اندر نہ آسکتی تھی، مجبور ہو کر فوج باہر نکلی جس سے گھمسان کا رَن پڑا اور مجاہدین انہیں تہہ تیغ کرتے ہوئے شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے، اسکندریہ پر فتح حاصل کرنے کے لیے تین ماہ صرف ہوئے اور اِس کے فتح ہوتے ہی تمام مصر فتح ہو گیا، مدینہ طیبہ میں فتح کی اِطلاع دینے کے لیے خصوصی نمائندہ روانہ کر دیا گیا، امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ مصر فتح ہو گیا ہے تو آپ سجدہ شکر بجالائے اور بہت خوش ہوئے۔

نذیر احمد غازی صاحب:

پروفیسر صاحب! سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آپ کے نزدیک کوئی خاص بات، بیان کریں۔

پروفیسر سعید احمد خان صاحب:

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو اُس میں ہمارے لیے بیشمار پہلو رہنمائی کے لیے موجود ہیں، فتح مصر کے دوران آپ نے جس مقام پر خیمے لگوائے اور اپنے لشکر کو ٹھہرایا جب فتح وکامرانی اللہ تعالیٰ نے دے دی اور اہل مصر کو بادشاہت سے نجات ملی تو وہاں سے جب کوچ کرنے کا وقت آیا اور خیمہ اُکھاڑے گئے جب آپ کے خیمہ کے پاس آپ کے لشکری آئے تو دیکھا کہ اِس ایک کبوتری کے انڈے دے رکھے ہیں، آپ نے فرمایا: میرے خیمے کا اپنے

جگہ سے مت ہٹاؤ کیوں کہ اس کے اللہ تعالیٰ کے ایک مخلوق کو تکلیف ہوگی جو میں روا نہیں سمجھتا، پھر اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُس خیمے کے وہاں رہنے کی وجہ سے وہاں چھاؤنی بنی، شہر آباد ہوا، آج قاہرہ کا شہر یہ اُس واقعہ کی یادگار ہے، یہ اِسلام کا طریق امن تھا۔

اس کے علاوہ ایک اور بات جو ہمیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یاد رکھنی چاہیے کہ رسومات، توہمات مصر میں بہت زیادہ پائی جاتی تھیں، دریائے نیل خشک ہو جاتا تھا اور اہل مصر اُس کے لیے ایک کنواری خوبرو لڑکی ذبح کر کے اُس میں ڈالتے تک وہ دریا چلتا تھا، جب سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بدولت اہل مصر کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی راہ دکھائی جب یہ واقعہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: ''إِنَّ هَذَا مِمَّا لَا يَكُونُ فِي الْإِسْلَامِ، إِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ'' یہ چیزیں اِسلام میں نہیں ہیں، اِسلام اِن سب رسومات کو مٹانے آیا ہے، آپ نے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف رقعہ بھیجا، جواب میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لکھا: ''مِنْ عَبْدِ اللهِ عُمَرَ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى نِيْلِ مِصْرَ'' امیر المؤمنین عمر بن خطاب کی طرف سے دریائے نیل کے نام، اے دریائے نیل اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو بے شک نہ چل اگر تو اللہ کے حکم سے چلتا ہے تو اِس قادر مطلق سے التجا کرتا ہوں کہ تجھے رواں دواں کر دے'' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب یہ رقعہ دریائے نیل کے حوالے کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا، یہ منظر دیکھ اہالیان مصر ششدر رہ گئے۔

﴿"البدایہ والنہایہ: 1/27 مطبوعہ مصر﴾

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرود
اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
مَاں
جب ماں کو خدا نے بنایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ
چاند کی ٹھنڈک
شبنم کے آنسو
بلبل کے نغمے
چکوری کی تڑپ
گلاب کے رنگ
پھول کی مہک
کوئل کی کوک
سمندر کی گہرائی
دریاؤں کی روانی
موجوں کی جوش
کہکشاں کی رنگینی
زمین کی چمک
صبح کا نور
آفتاب کی تمازت
کو جمع کیا جائے تا کہ ماں کی تخلیق کی جائے جب ماں کو خدا نے بنایا تو فرشتوں نے پوچھا اے مالک دو جہاں تو نے اس میں اپنی طرف
سے کیا شامل کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبت اللہ تعالیٰ نے ماں کو یہ ساری عظمتیں اور رفعتیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طفیل نصیب فرمائیں۔
باپ
پروردگار عالم نے جب باپ کو خلعت وجود بخشی تو فرشتوں کو حکم دیا کہ
درختوں کی چھاؤں
پہاڑوں کی رفعت
سورج کی تابانی
سمندر کا وقار
احساس کی ندرت
خیال کی طاقت
بہادری کی شان
ہیرے کی صلابت
تلوار کی دھار
آبشاروں کی روانی
خوشبو کی مہک
دانش کا اجالا
کردار کی رعنائی
تقدس کا تاج
سب یکجا کر و اور باپ کے پیکر میں سجا دو۔ فرشتوں نے عرض کی مالک دو جہاں تو نے اس میں اپنی بارگاہ عالی سے کیا شامل کیا
تو رب ذوالجلال نے فرمایا اپنے کرم کی پرچھائیاں اللہ تعالیٰ نے باپ کو یہ ساری عظمتیں اور رفعتیں
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل نصیب فرمائیں۔
استاد
جس نے تمہیں علم سکھایا وہ تمہارا باپ ہے۔ (الحدیث)
قوم کا حقیقی راہنما
علم کا بہتا دریا
عمدہ اخلاق کا بانی
امن و امان کا سایہ فگن
حقیقی زندگی کی تازگی
کامیاب منزل کا نور
منبع علم
علم کا روشن چراغ
قوم کا محافظ
روحانی باپ
کسان اور باغبان
امنگوں کا ترجمان
جس سے اس علم کے بارے میں پوچھا جائے جو اسے حاصل ہے، پھر وہ اسے چھپائے (اور نہ بتائے) قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ (ترمذی)
چنانچہ روحانی ماں باپ کی تکریم و تعظیم کیجیے۔ اُستاد سے آمرانہ اسلوبِ گفتار سے پرہیز کریں، اس کے سامنے اَدب اور شائستگی سے بیٹھیں، اس کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں۔
اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں دُرود
اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

صبحِ نور

ہے مجھ کو جان سے پیارا مدینہ یا رسول اللہ ﷺ
ملے آپ کی محبت کا خزینہ یا رسول اللہ ﷺ

وہ دانائے سُبل، ختم الرُسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ
(حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

شاہ اَست حُسین علیہ السلام بادشاہ اَست حُسین علیہ السلام
دِیں اَست حُسین علیہ السلام دیں پناہ اَست حُسین علیہ السلام
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بِناء لا الٰہ اَست حُسین علیہ السلام
(حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ)

خُدایا بحق بنی فاطمہ سلام اللہ علیہا
کہ بر قولِ ایماں کُنی خاتمہ
گر دعوتم رَدّ کُنی وَر قبول
من و دست و دَامانِ آلِ رسول سلام اللہ علیہم
(حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)